ہسپتال روڈ صادق آباد
Ph 068-5704367

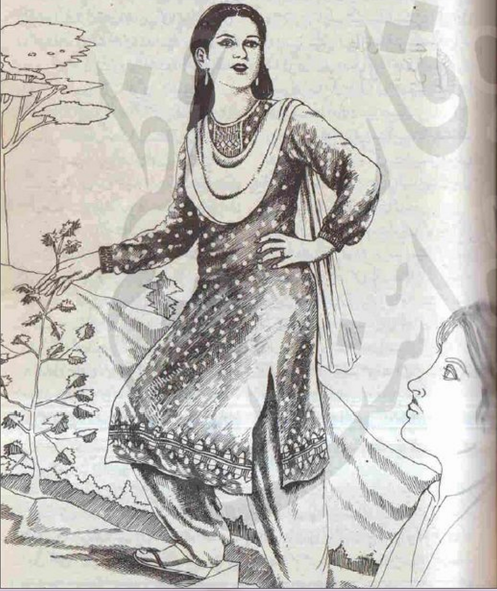

ناول

وہ ایک پاگل لڑکی سی

سمیرا شریف طور

میری دعا ہے تو سدا مسکراتی رہے
تیری مسکراہٹ چمن میں گل کھلاتی رہے
تیری آنکھوں میں آنسو کبھی نہ آنے پائیں
تاریکی شب تیرا کاجل چراتی رہے

رمضان کے پہلے عشرے کا آخری دن تھا صبح کڑکتی دھوپ تھی مگر اب موسم بالکل بدل گیا تھا۔ موسلا دھار بارش سب کو ہی خوفزدہ کئے دے رہی تھی۔ جویریہ کے ساتھ شاپنگ کے لئے آئی ماہم کا بھی تشویش وخوف سے برا حال تھا اسے ایسے موسم شروع سے ہی برے لگتے تھے جان تک لرزاں ہوجاتی تھی۔ ایسے موسم میں وہ ہمیشہ اپنے کمرے میں گھسی کوئی نہ کوئی کتاب پکڑے ورق گردانی میں مصروف رہتی تھی مگر اب بدقسمتی سے وہ یوں جویریہ کی خواہش پر اس خوفناک موسم کے تیور سہتی خود پر بمشکل جبر کرتی اندر ہی اندر سخت ہراساں تھی۔

”آئے موسم رنگیلے سہانے‘ جیا نہیں مانے...... تو چھٹی لے کر آجا بالما......“ اس کے سخت خوفزدہ و پریشان چہرے کو دیکھتے ہوئے جویریہ کو شرارت سوجھ رہی تھی اس نے سخت خشمگیں نظروں سے اسے گھورا۔ ایک تو موسم نے موڈ سخت خراب کیا ہوا تھا دوسرا جہاں وہ دونوں کھڑی تھیں وہ مین روڈ تھا۔ چاروں طرف سے گاڑیوں کے ہارن سنائی دے رہے تھے وہ دونوں بارش سے بچنے کے لئے ایک دکان کے شیڈ کے کھڑی تھیں۔

اگر تمہارے اس رنگیلے سہانے موسم کے تیور ا ہی جان لیوا رہے تو قوی گمان ہے کہ آج کی تا میں ہم لوگ گھر پہنچنے سے رہے۔“ اگرچہ وہ شیڈ کھڑی تھیں مگر تیز بارش نے دونوں کو ہی اچھا خا گیلا کرڈالا تھا اپنی پیشانی سے بارش کے قطر صاف کرتی وہ سخت نالاں ہو رہی تھی۔

”واقعی...... پتا نہیں لوگ اس موسم میں ک انجوائے کر لیتے ہیں۔ بھلا یہ بھی کوئی موسم ہے۔ خو مخواہ رنگیلے سہانے نام رکھ کر بے چارے کو بدنام گیا ہے۔ جویریہ کے ہونٹوں پر ابھی تک شرارت رہی تھی اور شرارت کا پس منظر کیا تھا وہ بھی ماہم ا طرح سمجھ رہی تھی۔

”ہاں یہ سچ ہے کہ یہ سہانے موسم ہمارے شہر خستہ حال سڑکوں کو مزید سہانا کر رہے ہیں......“ م اسے گھور کر رہ گئی۔

”ساون آئے......ساون جائے......“

قریب سے ہی تین چار شوخ و شریر لاپرواہ موسم کی سرمستیوں سے لطف اندوز ہوتے لڑکوں کا ایک گروپ گزرا تھا۔ شریر، چلبلی اور لاابالی آوازیں "ساون" کے موسم کی ترجمانی کرتی ان کے کانوں سے ٹکرا کر سخت غصہ دلا گئی تھیں۔

"ہو..... ہاؤ....." کی آوازیں چلتے چلتے گہری نظروں سے دیکھتے ان دونوں پر بھی اچھالی گئی تھیں۔ ماہم نے قدرے ناگواری سے اپنے گرد بڑا سا گیلا دوپٹہ اچھی طرح لپیٹتے ہوئے کوفت کا اظہار کیا تھا اور ایک نظر رسٹ واچ پر ڈالی تھی۔ جواباً جویریہ اس کی شکل دیکھ کر ایک دم کھلکھلا کر ہنس پڑی تھی۔ وہ مزید تپ گئی۔ سخت گراں گزری اس سے اس کی ہنسی۔

"قسم سے جویریہ! اگر اسی طرح اس غیر محفوظ شیڈ کے نیچے کچھ پل میں مزید کھڑی رہی تو گھر تم میری لاش لے کر ہی جانا۔ توبہ میرے اللہ..... حد ہوگئی ہے۔ انتظار اور برداشت کی بھی ایک تو روزہ ہے اوپر سے صبح سے بازار کی خواری اور اب یہ آفت ناگہانی۔ بارش۔" وہ کوس رہی تھی جویریہ نے مسکراتے ہوئے اردگرد دو دو فٹ پانی دیکھ کر اپنی ہتھیلی پر بارش کا پانی جمع کرتے ہوئے اس کی دہائی سنی ان سنی کر دی تھی۔

"بھئی میں اب کیا کر سکتی ہوں..... تم دیکھ تو رہی ہو کہ کوئی سواری وغیرہ تو مل نہیں رہی۔ تمہارے سامنے ہی تو گھر فون کیا تھا۔ ابو بھی گھر پر نہیں تھے۔ امی تھیں میں نے کہہ دیا کہ سکندر بھائی کے آفس فون کر کے انہیں بھیجیں۔ میرے پاس تو ان کا نمبر بھی نہیں ہے۔ آج تو انہوں نے اپنا سیل بھی آف کیا ہوا ہے۔ اب بھلا میں کیا کر سکتی ہوں۔ کچھ دیر اور انتظار کرتے ہیں اگر سکندر بھائی آگئے تو ٹھیک ورنہ اسی حلیے میں اسٹاپ تک چلتے ہیں وہاں سے اللہ کرے کوئی ٹیکسی وغیرہ مل جائے۔" شیڈ کے نیچے بنی سیمنٹ کی سل پر اپنا سامان رکھ کر بیٹھتے ہوئے اس نے قدرے سنجیدگی سے کہا تو ماہم کا سکندر کا نام سن کر بے چینی سے اور بھی برا حال ہو گیا۔

اسے تو شروع سے ایسے موسم سے سخت الرجک رہتی تھی ادھر موسم کے تیور بدلے نہیں ادھر وہ کمرے میں گھسی نہیں وہ اس وقت کو کوسنے لگی جب جویریہ کے اصرار پر شاپنگ کے لئے آنے پر راضی ہوگئی تھی۔ اپنے بھیگے لباس پر سخت کوفت کے ساتھ ساتھ شرمندگی بھی محسوس ہو رہی تھی۔ اندر ہی اندر سکندر کی اس قدر غیر ذمہ داری پر ابال بھی اٹھ رہے تھے۔ آدھا گھنٹہ ہونے کو تھا گھر فون کئے ہوئے۔

وہ حد سے زیادہ حساس اپنے آپ کو سمیٹ سمیٹ کر رکھنے والی لڑکی تھی مگر بدقسمتی سے اب یہ صورتحال درپیش تھی۔ آتے جاتے مردوں کی بے باک چھیدتی نظریں اپنے وجود پر محسوس کر رہی تھی۔

"اب تو میرا دل چاہ رہا ہے کہ میں بھی یہ گانا گانا شروع کر دوں وہ بھی رو رو کر۔" اپنے اندر کے سارے غصے کو ہاتھ میں پکڑے شاپنگ بیگ کو جویریہ کی جھولی میں پٹخ کر خونخوار انداز سے گھورتے ہوئے اتارا تھا۔ وہ قدرے چونکی پھر اس کی دھواں دھواں ہوتی بارش کے قطروں سے تر جھلملاتی من موہنی سی صاف شفاف صورت دیکھ کر بے اختیار چھلک آنے والی ہنسی اپنے ہونٹوں پر ضبط کرنے لگی۔

"کیا..... کون سا گانا....." وہ خونخواری سے اسے گھورتے ہوئے دھکیل کر اپنے لئے جگہ بنا کر ساتھ ہی سل پر بیٹھ گئی تھی۔

"بڑے غیر ذمہ دار ہیں تمہارے سکندر بھائی۔ میرا تو دل چاہ رہا ہے کہ میں پھوٹ پھوٹ کر رو دوں۔ اور اپنا تماشا بن جانے پر یہ گانا گاؤں کہ ہائے موسم مصیبت مارے..... میرا دل بڑا گھبرائے۔

کب آئے گا تو چھٹی لے کر ظالما....." عجب روٹھا خفگی سے بھرا سا انداز تھا جویریہ کی ہنسی بے ساختہ تھی۔ ماہم اسے مزید گھورنے لگی تھی۔ پاس سے گزرتا لڑکا ٹھٹکا پھر دونوں کو دیکھ کر رکا۔ گیلے بال سنوارے اور گلا کھنگھار کر متوجہ ہوا۔

"اوہ..... ہو..... لگتا ہے سخت پریشان ہیں..... دیکھئے گھبرانے کی ضرورت نہیں..... میں شریف سا بے ضرر بندہ ہوں..... دل و جان سے خدمت کو حاضر ہوں.....! کہئے کیا خدمت کروں" باچھیں کانوں تک پھیلائے لوفرانہ اسٹائل میں سگا بنا پوچھ رہا تھا۔ دونوں کے چہرے ایک دم سپاٹ ہو گئے۔ وہ کس قدر شریف تھا اس کی آنکھیں صاف بتا رہی تھیں ماہم نے دوپٹہ درست کیا۔

"کیوں پاگل ہیں آپ..... گھر میں اماں اور بیوی کی خدمت سے تنگ آگئے ہیں کیا جو یہ نیک فریضہ سنبھالنے یہاں آ موجود ہیں۔" جویریہ نے استہزائیہ نظروں سے اسے سرتاپا گھورتے مسخرے پن سے کہا تو وہ لڑکا مزید پھیلا

"اجی..... کہاں بیوی..... ابھی تو میں کنوارا ہوں۔" اس لڑکے نے بھی لوفرپن کی حد کر دی تھی۔ کیا خوب تھا شرمانے کا انداز

"چپ کرو..... کیوں ایسے پاگلوں کے منہ لگ رہی ہو....." حد سے زیادہ محتاط پھونک پھونک کر قدم رکھنے والی ماہم اس کے کان میں منمنائی۔

"ارے آپ نے پاگل کہا..... ذرہ نوازی ہے آپ کی..... پاگل ہوں تو نہیں مگر لگتا ہے آپ کے حسن کو دیکھ کر ضرور پاگل ہو جاؤں گا....." ماہم پر ایک اندر تک اترتی آر پار ہوتی نظر ڈال کر وہ گویا ہوا تھا ماہم کے گویا رگوں میں خون تک جمنے لگا کھا جانے والی نظروں سے اسے گھورا۔

"ہائے..... ان ہرنی جیسی بے چاری آنکھوں پر اتنا ظلم....." وہ مصنوعی کراہا۔ جویریہ نے بھنا کر سینڈل اتارا۔

"سنو..... دفع ہو جاؤ یہاں سے ورنہ یہ سینڈل تمہارا برا حشر کر دے گی۔" جویریہ ایک دم آؤٹ ہو کر اپنی جگہ سے اٹھی تھی۔ خونخوار انداز میں آگے بڑھنے کو تھی کہ ماہم نے لپک کر اس کی کلائی پکڑ لی تھی۔ وہ پیچ و تاب کھا کر رہ گئی۔ وہ لڑکا بدکا تھا۔ تھوڑا سا خائف بھی ہوا تھا مگر خوفزدہ ماہم کو دیکھ کر شیر بھی ہو گیا۔

"ارے جاؤ..... جاؤ دیکھی ہیں تم جیسی بڑی لڑکیاں۔ بڑی پرانی دھمکی ہے یہ..... ہم بھلا کب ڈرتے ہیں ایسے حربوں سے۔" وہ کچھ مزید قریب ہوتے ہوئے خاصے برے تیور لئے کہہ رہا تھا۔ ماہم کے لئے اب خود پر جبر کرنا مشکل ہو گیا۔

"شٹ اپ..... منٹوں میں یہاں سے اب نو دو گیارہ ہو جاؤ ورنہ اپنی دھمکی پر عمل کرنے میں ہمیں ایک منٹ بھی نہیں لگے گا....." وہ طیش میں ایک دم چنگھاڑی۔ اس سمے اسے سب سے زیادہ سکندر پر غصہ آیا تھا جو نہ جانے کہاں تھا ابھی تک نہیں پہنچا تھا۔ اردگرد شاہراہ پر رش بہت کم تھا صرف دور دور سے ہی لوگ دکھائی دے رہے تھے ایسے میں وہ لڑکا دونوں کو تنہا مصیبت اور خوفزدہ تصور کر کے ہراساں کرنے پر تلا ہوا تھا۔ اس سے پہلے کہ ماہم کے جواب میں وہ مزید بکواس کرتا زن سے ایک گاڑی ان کے قریب آ رکی تھی۔ اس کے اندر شخص کو دیکھ کر دونوں کے رکے سانس ایک دم بحال ہوئے تھے ورنہ وہ لوفر لڑکا ان کے لئے بڑی آزمائش بن رہا تھا۔ ان کی توجہ ہٹی تھی اور وہ لڑکا رفو چکر ہو گیا تھا۔ گاڑی روک کر سکندر تیزی سے باہر نکلا تھا۔ اتنی دیر سے خود پر جبر کرتی ماہم کی آنکھوں میں نمی آ ٹھہری تھی۔ اتنی دیر لگا دی تھی اس

نے آنے میں۔

"اتنی دیر لگادی آپ نے......" جویریہ فوراً اس کی طرف لپکی تھی۔ سکندر دھیرے سے مسکرادیا۔ پھر ایک نظر تیکھے انداز لئے چپ چاپ جامد سی سرد مہری چہرے پر سجائے ماہم کو دیکھا۔ کندن سا سراپا پرپل کلر میں اور بھی غضب ڈھار ہا تھا۔ سوٹ کے ہم رنگ بڑا سا دوپٹہ اوڑھ رکھا تھا اس کے باوجود بارش نے اس کے پورے وجود کو بھگو دیا تھا۔ چہرے پر ناراضگی بھرے تاثرات تھے ایک سخت ناراضگی کا تاثر دیتی نظر ڈال کر وہ دائیں طرف دیکھنے لگی تھی۔ سکندر نے ایک گہری سانس لے کر دیکھا جویریہ گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول رہی تھی اس نے بھی ماہم کے ہاتھ سے سامان لینے کو ہاتھ بڑھایا تو اس نے ہاتھ پیچھے ہٹالیا۔

"تو...... تھینکس...... شکریہ" جویریہ نے پلٹ کو دونوں کو دیکھا تھا۔ ماہم کے چہرے پر خفگی بھرے تاثرات واضح پڑھے جاسکتے تھے۔ پچھلے لمحوں میں وہ کس قدر ڈپریس رہی تھی وہ اندازہ کرسکتی تھی کہ وہ اس وقت سکندر سے اس طرح کا بی ہیو کیوں کررہی تھی۔ دونوں کو قصداً نظر انداز کرکے اندر بیٹھ گئی ماہم نے بھی سیٹ کی طرف قدم بڑھانے چاہے تھے جب سکندر ایک دم اس کی راہ میں حائل ہوا تھا۔ پچھلا دروازہ بند کرکے اس کے ہاتھ سے چھیننے والے انداز میں سامان لے کر کھڑکی سے اندر ڈال کر اس کا بازو پکڑ کر فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھول کر اندر دھکیلنا چاہا تھا۔

"یہ...... یہ...... کیا بدتمیزی ہے؟" اس قدر جرأت پر ماہم کی تو جان ہی سلگ اٹھی۔ پھاڑ کھانے والا انداز تھا۔ دونوں تیز بارش میں بھیگ رہے تھے۔ وہ اندر بیٹھنے کے بجائے اسی طرح ایستادہ تھی خونخوار خفگی بھرے ناراض تیور لئے۔ سکندر دانستہ مسکرادیا۔

"بارش ہورہی ہے۔ اور بہت تیز ہے۔ اسی طرح بھیگتی رہیں تو بیمار پڑ جاؤ گی۔ شاباش اندر بیٹھو......" اس کا بازو پکڑ کر اسے بٹھانا چاہا تو اس نے سختی سے ہاتھ جھٹک دیا۔

"آپ کو پرواہ نہیں ہونی چاہئے۔ میں بیمار پڑوں یا مروں...... آپ اپنے آفس کو سنبھالئے کیا ضرورت تھی اس خواری کی......" آنسو چھلک آئے تھے۔ جو بارش کے پانی میں تحلیل ہوگئے تھے مگر آواز حد سے زیادہ خفگی کا اظہار کررہی تھی۔

سوری...... بہت ضروری کام تھا...... بس تھوڑی دیر ہوگئی۔ مگر آتو گیا ہوں۔" وہ معذرت خواہانہ انداز میں کہہ رہا تھا ماہم نے مطلق دھیان نہ دیا۔

"ماہی...... یہ کیا بچپنا ہے۔ آرام سے اندر بیٹھو ورنہ میں اٹھا کر اندر پھینک دوں گا۔" اس کو اسی طرح اڑیل ٹٹو کی طرح منہ بسورتے کھڑے دیکھ کر اس نے سختی سے کہا تو ایک کاٹ دار نظر ڈال کر وہ گاڑی کے اندر گھس گئی۔ دروازہ اس قدر زور سے بند کیا کہ چھوٹی موٹی گاڑی ہوتی تو ہل کر رہ جاتی۔ سکندر نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے چور نظروں سے جویریہ کو دیکھا وہ مسکرارہی تھی۔

"ہونہہ...... دیر ہوگئی تھی...... صاف کہتے آنا ہی نہیں چاہتے تھے۔" صاف آواز میں بڑبڑاتے دل ہی دل میں کلس رہی تھی۔ "بڑے آئے رعب جھاڑنے والے۔ بیمار پڑجاؤں گی۔ جانتی ہوں ساری ہمدردی۔ اتنا ہی خیال ہوتا تو اتنی زیادہ تاخیر ہی کیوں کرتے۔" اس کی بڑبڑاہٹ پر جویریہ نے بمشکل اپنا چھلک آنے والا قہقہہ روکا تھا۔ وہ بھی ڈرائیونگ سیٹ پرآ بیٹھا۔

"تم دونوں کو آج اس موسم میں اس طرح شاپنگ کرنے کی کیا سوجھی تھی۔" سائیڈ مرر ماہم کے خفا

"نولفٹ" کا بورڈ شو کئے چہرے پر سیٹ کرکے اس نے گاڑی اسٹارٹ کرکے راستے پر ڈال دی۔

"مجھے بھلا کیا سوجھنی ہے؟ صبح جب گھر سے نکلے تھے تو کتنی خوبصورت گرم دھوپ تھی۔ کیا پتہ تھا بارش ہوجائے گی۔" جویریہ نے کہا تھا۔ ماہم اندر کے ماحول سے بالکل کٹی چہرے کا رخ موڑ کر باہر دیکھنے لگی۔ پانی کے قطرے ابھی بھی چہرے پر موجود تھے۔ سردی کی وجہ سے وجود کپکپارہا تھا۔ اس نے اپنے ہاتھوں کو آپس میں جکڑلیا۔

"امی نے اطلاع دی تھی آپ کو۔ اور آپ نے موبائل کیوں بند کیا ہوا تھا۔" جویریہ پوچھ رہی تھی اس نے سرہلادیا۔

"بیٹری ڈاؤن تھی۔ اس لئے سگنل نہیں مل رہے تھے۔" ایک نظر ماہم پر ڈالی۔ گیلی وہ بھی کپکپی اس کو اپنے اندر محسوس ہورہی تھی۔

"میں آفس کا نمبر بھول گئی تھی اس لئے امی کو کہا تھا کہ وہ آپ کو اطلاع کردیں۔"

"اچھا...... مگر ماہم کے پاس تو نمبر ہے نا...... اچھی طرح ازبر ہے۔ کیوں ماہم......" اس نے قطعی لاتعلقی کا اظہار کرتی ماہم کو چھیڑا تھا۔ اس نے پھاڑ کھانے والے انداز میں چہرہ موڑ کر اسے دیکھا وہ ادھر ہی متوجہ تھا۔ نظروں کا تصادم ہوا تھا۔ کچھ تھا سکندر کی آنکھوں میں۔ ماہم کو اپنے اندر ایک کوندا سا لپکا ہوا محسوس ہوا وہ سرعت سے نظریں پھیر گئی۔ اس کے دل کی حالت کچھ عجیب سی ہوئی تھی۔ سارا اختیار بے اختیاری میں بدلتا چلا گیا تھا۔

"آج دسواں روزہ ہے...... سوچا تھا کہ شاپنگ کرلی جائے پھر تو مصروفیت میں نکلنا بھی نہیں ہوتا۔ ماہم تو آج آنے پر راضی ہی نہیں تھی وہ بھی روزے کی حالت میں گھر سے نکلنے کو میں ہی زبردستی گھسیٹ لائی تھی اور اب اس بارش نے سارے پروگرام کا ستیا ناس کردیا ہے۔"

سکندر نے ایک نظر اپنی شہادت کی انگلی سے اپنا تر چہرہ صاف کرتی ماہم کو دیکھا پھر آہستگی سے ٹشو باکس سے چار پانچ ٹشو کھینچ کر اس کی طرف بڑھادیئے۔ ماہم جو اپنے اوپر کچھ کنٹرول کرچکی تھی اس عنایت پر چونکی۔ کچھ حیرت اور بے یقینی سے اسے دیکھا وہ متوجہ کب تھا سامنے دیکھ کر صرف دائیں ہاتھ سے اسٹیئرنگ سنبھالے گاڑی ڈرائیو کررہا تھا۔ دوسرا ہاتھ اس کی طرف بڑھائے ٹشو تھام لئے جانے کا منتظر تھا۔ اس نے آہستگی سے ٹشوز تھام لئے۔ وہ اس سے زیادہ دیر خفا بھی نہیں رہ سکتی تھی۔ یہ اس کی مجبوری تھی۔

گیلا چہرہ صاف کرکے ماہم نے ٹشوز ڈیش بورڈ پر پھینکنے چاہے تھے جب سکندر نے ایک مسکراہٹ اس کی طرف اچھالتے اس سے وہ استعمال شدہ ٹشوز تھام لئے تھے وہ سمجھ بھی نہ سکی تھی کہ وہ ان سے اپنا چہرہ صاف کرنے لگا تھا۔ ماہم ایک دم پزل سی ہوگئی۔

نہ جانے اس شخص کے تیور کیا تھے؟ کیوں تھے؟ کہاں وہ کبھی ایک نظر ڈالنے کا بھی روادار نہیں تھا اور کہاں اب اس قدر التفاقات پر آمادہ تھا۔ اس قدر دھیان کب رکھتا تھا وہ اس کا۔ وہ کنفیوژ سی ہوگئی تھی بے حد گھبرا کر گردن موڑ کر جویریہ کو دیکھا وہ اپنی بے ساختہ دھیمی مسکراہٹ کو اپنے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر چھپانے کی کوشش میں چہرہ پھیر کر قطعی لاعلم ہونے کا مظاہرہ کررہی تھی۔ ماہم پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔ کچھ خفگی سے چہرہ باہر پھیر لیا۔

"حد ہے کتنا ان رومینٹک کپل ہے آپ دونوں کا...... میں آپ دونوں کو فل موقع دے رہی ہوں اور آپ ہیں کہ......" جویریہ نے ماہم کے یوں خفگی سے چہرہ پھیر لینے پر کہا تھا۔ سکندر کا جاندار قہقہہ بے

ساختہ تھا۔ ماہم مزید سرخ پڑ گئی۔

"مثلاً کیسے؟...... کیا موقع؟ ڈیئر سسٹر! اپنے اس جملے کی ذرا وضاحت بھی کر دیں......" ایک نظر ماہم کے سرخ تمتماتے چہرے پر ڈال کر ہنسی ہونٹوں پر دبا کر پوچھا تھا۔

"میں لاکھ وضاحت کروں۔ آپ دونوں پر کون سا اثر ہو جانا ہے۔ آپ کیا ماہم بھی گنوں کی پوری ہے۔ ایک مشرق ہے تو دوسرا مغرب۔ مجال ہے جو اس درمیانی فرق کو ختم کیا ہو کبھی۔" ماہم اسے اندر ہی اندر کوس رہی تھی مگر جویریہ اس کے تیوروں سے بے خبر با آواز بلند چہک کر کہہ رہی تھی۔

"اوہ...... تو مائنڈ یو پیاری سسٹر۔ جو گنوں کے پورے ہوتے ہیں۔ وہ ہمیشہ موضوع گفتگو بننے سے پرہیز کرتے ہیں۔ جب اپنے جملہ حقوق محفوظ ہیں تو ہم سرِ عام مظاہرہ کیوں کریں۔ کیا سمجھیں......"

وہ بظاہر اسے چھیڑ رہا تھا مگر نظریں سائیڈ مرر سے نظر آتے لحہ بہ لحہ سرخ ہوتے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔

"سب سمجھتی ہوں...... پتا ہے مجھے......" جل کر جویریہ نے کہا تو وہ کھل کر ہنسا تھا۔ اس کی ہنسی کے جلترنگ ماہم کے اندر انتشار سا پیدا کر گئے تھے۔

"چلو بھئی فرض کرو میں تمہیں خوش کرنے کو ڈائیلاگ جھاڑ ہی دیتا ہوں مگر یار کیا گارنٹی ہے کہ میرے لفظوں کو بھی شرف قبولیت بخشا جائے گا۔" وہ کن انکھیوں سے اسے دیکھتے کہہ رہا تھا۔ ایک دم اس کا لہجہ لو دینے لگا تھا۔ ماہم کے اندر کپکپی سرایت کرتی گئی تھی۔ کتنے واضح الفاظ تھے۔ کتنا صاف مفہوم تھا۔ نکلنے کو سو معنی تھے۔ مگر وہ چاہنے کے باوجود سر اٹھا کر مقابل کو نہ دیکھ سکی تھی اس کی نظریں صرف اپنے ہاتھوں کو گھورتی رہ گئی تھیں۔

"یہ تو بعد پر منحصر ہے کہ شرف قبولیت بخشا جائے گا یا نہیں۔ اصل بات تو ہمت کرنے کی ہے جو میں شرطیہ کہہ سکتی ہوں آپ سرِ عام بھی نہیں کر سکتے۔" جویریہ اب سکندر کو اکسا رہی تھی ماہم اندر ہی اندر تلملا کر رہ گئی۔

"اوہ...... ہوں...... ہمت ہے یا نہیں...... مگر اصل بات جذبات کی ہوتی ہے۔ کھوکھلے لفظ جھوٹے مظاہرے وقتی خوشی مہیا ضرور کر سکتے ہیں۔ دائمی خوشی نہیں دیتے۔ میں دائمی خوشیوں کا قائل ہوں۔ قبل از وقت جھوٹے کھوکھلے الفاظ ضائع کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ جب حقوق محفوظ ہیں تو پھر چھوٹی موٹی بے ایمانیاں کیوں کروں۔ پیاری بہنا! حقیقت پسند آدمی ہوں۔ دوسرے معنی میں پریکٹیکل بندہ ہوں۔ اب الٹی سیدھی بکواس کرنے سے تو رہا۔"

ماہم کے اعصاب تک جھنجھنا اٹھے۔ کیا کہہ گیا تھا وہ...... اس کے نزدیک یہ سب بکواس تھا۔ اس کے چہرے کے زاویے بگڑنے لگے۔ اس نے حد درجہ سنجیدگی سے سب کہا تھا جویریہ بھی چپ سی ہو گئی تھی۔

ماہم کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کوئی چیز اٹھا کر جویریہ کے سر پر دے مارے۔ جس نے اس کا رہا سہا بھرم بھی توڑ دیا تھا۔ اس نے یہ سب کیوں کیا تھا وہ سب سمجھ رہی تھی۔ ماہم کے اندر اک عجیب سے لہر اٹھی تھی۔

اس نے اسے غم سے بوجھل کر دیا تھا۔ وہ لہر بوچھاڑ بن کر اس کے اندر کن من کا سبب بننے لگی تھی۔ نمکین پانی کا گولہ حلق میں اٹک گیا تھا۔ اپنا آپ سنبھالنا اس کے لیے مشکل ہو رہا تھا۔

"ہاں جانتی ہوں میں...... کتنے پریکٹیکل ہیں آپ؟ جدھر آپ کی امی نے باندھ دیا۔ بندھ گئے۔ اتنے ہی شریف ہیں نا آپ......" تھوڑی دیر بعد

جویریہ نے پھر جل کر کہا تھا سکندر مسکرا دیا تھا۔ گاڑی گھر کے گیٹ سے اندر داخل ہوئی تھی۔ سکندر کی نظریں ماہم کے چہرے پر پڑیں تو ٹھٹھک گئیں۔ وہ سر جھکائے آنسو بہانے میں مصروف تھی۔ اس کے مسکراتے لب ایک دم ساکت ہو گئے۔ جویریہ اور اس کے الفاظ اس کو کس قدر دکھی کر سکتے ہیں وہ قطعی بے خبر تھا۔ لب بھینچے ایک نظر پھر ڈالی وہ چہرہ موڑ گئی تھی۔ سوائے دہکتی سرخ ناک کے کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ ایک ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گیا۔

اس سے جویریہ کی یہ قینچی کی طرح بلا سوچے سمجھے چلتی زبان سخت گراں گزر رہی تھی۔ اعصاب سکڑ سے گئے تھے۔ گاڑی پورچ میں جا کر جیسے ہی رکی۔ ماہم سرعت سے گاڑی کا دروازہ وا کر کے تیز تیز قدم اٹھاتی اندر بڑھ گئی تھی۔ لاؤنج میں امی بیٹھی ہوئی تھیں۔ سلام کر کے کمرے میں گھس گئی۔ اس وقت چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ بس ضبط چھلک آنے کو بے تاب تھا۔ بے دردی سے اپنے رخسار رگڑ کر چادر نوچ کر صوفے پر پھینکی تھی۔ سردی سے وجود کپکپا رہا تھا۔ الماری سے گرم سوٹ نکال کر فوراً باتھ روم میں گھس گئی۔ آنکھیں مسلسل جل رہی تھیں پانی کی روانی میں کتنے ہی آنسو بہہ گئے۔ نہا کر دل کا غبار نکال کر لباس پہن کر باہر نکلی تو اپنے کمرے میں صوفے پر سکندر کو براجمان دیکھ کر ٹھٹھک گئی۔ سکندر نے اس پر ایک بھرپور نظر ڈالی تھی۔ دھلا دھلا یا نکھرا نکھرا معطر وجود ساری کثافت بہا لے گیا تھا۔ گہرے کلر کا گیلا لباس بدن پر جا بجا چپکا ہوا تھا۔ لمبی الجھی زلفوں کا آبشار پشت پر بکھرا قطرہ قطرہ پانی ٹپکا رہا تھا۔ وہ چند لمحوں تک اس کے وجود سے نظریں نہیں ہٹا پایا تھا۔ وہ خجل ہوتی ایک دم الماری کی طرف بڑھی تھی۔ وہاں سے دوپٹہ نکال کر کندھوں پر پھیلا لیا تھا۔

"آپ......" اپنے کمرے میں اس کی موجودگی اس کے ہاتھ پاؤں پھلا دینے کو کافی تھی۔ صرف یہی کہہ سکی تھی۔

"یہ سامان رکھنے آیا تھا......" اس نے صوفے کے قریب رکھے شاپنگ بیگز کی طرف اشارہ کیا وہ چپ ہو گئی۔ وہ چند منٹ تو اسے بیٹھا دیکھتا رہا تھا پھر صوفے سے اٹھ کر دھیرے دھیرے قدم اٹھاتا اس کے قریب آ رکا تھا۔ ماہم کی پلکیں ان دیکھے بوجھ سے جھک گئی تھیں۔ اندر ہی اندر گھبراہٹ ہونے لگی۔ آنکھوں کو جھکا کر چہرہ پھیر لیا مبادا اس کے آنسوؤں کا راز نہ کھل جائے۔

"ماہی......" اس کے نازک سے لانبی انگلیوں والے کپکپاتے شفاف ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام کر اس نے پکارا تھا۔ وہ ذرا دیر کو پلکیں اٹھا پائی تھی پھر نہ صرف چہرہ جھکا لیا تھا بلکہ اپنے ہاتھ چھڑا کر رخ بھی موڑ گئی تھی۔ وہ اس کے اس قدر قریب کھڑا تھا اس کے یوں سرعت سے رخ موڑنے پر گیلی زلفوں کے کئی موتی اس کے سینے پر گرے تھے۔ روح تک میں ایک ٹھنڈی لہر اتر گئی تھی جس کی ٹھنڈک کو اس نے پوری شدت سے محسوس کیا تھا۔

"جی کہیے...... کیا کہنا چاہتے ہیں آپ۔ میں سن رہی ہوں۔" اسے کچھ پل لگے تھے خود کو مضبوط کرنے میں وہ پھر پہلے جیسی اکھڑ مزاج' تند خو لڑکی بن گئی تھی ابھی تھوڑی دیر پہلے اس کے کہے لفظ اسے اچھی طرح ازبر تھے۔ کتنی ہتک محسوس ہوئی تھی۔ کتنا خود کو گھٹیا تصور کیا تھا کچھ پہلے ماہم نے۔ اب تو وہ صرف پھر اپنی انا کے مضبوط قلعے میں بند ماہم افتخار تھی۔ وہ دل سے زیادہ دماغ کی مانتی تھی۔ "سنو...... رئیلی میرا مقصد تمہیں ہرٹ کرنا نہیں تھا۔ مجھے اندازہ ہے تمہیں دکھ ہوا ہوگا۔ مگر بلیوی۔ وہ تو خود بخود گفتگو

جویریہ کی باتیں سن کر اس رخ پر چلی گئی تھی۔ اگر تمہیں برا لگا......" وہ مزید بھی کچھ کہنا چاہ رہا تھا جب وہ ایک دم پلٹی تھی۔

"پلیز مجھے نماز ادا کرنی ہے...... دیر ہو رہی ہے...... ایکسکیوز می......" اس سے پہلے کہ وہ بات مکمل کرتا وہ ایک دم اس کے سامنے سے ہٹی پھر وضو کی نیت سے دوبارہ باتھ روم میں جا بند ہوئی وہ ایک گہری سانس خارج کرتا بند دروازے کو گھورتا رہا اور گہری سانس بھرتا کمرے سے نکل گیا تھا۔

نماز تراویح ادا کر کے وہ کچن میں چلی آئی۔ افطاری کے بعد کے تمام برتن سنک میں دھونے والے پڑے ہوئے تھے وہ جلدی جلدی ہاتھ چلانے لگی برتن خالی کر کے چھوٹی موٹی تمام بے ترتیب چیزیں بکھرے ڈبے سب کچھ ان کی جگہ پر ترتیب سے رکھا۔ ٹیبل پر کپڑا لگا کر وہ برتنوں پر طبع آزمائی کرنے لگی ابھی برتن دھو رہی تھی جب سکندر کچن میں آیا تھا سامنے اسے مصروف دیکھ کر دروازے پر ہی رک گیا۔ پر وہ ذہن میں کچھ الفاظ سے گردش کرنے لگے۔

اک دن اک پاگل لڑکی نے
اپنے گھر کی اونچی چھت سے
اپنے سارے خواب اتارے
خواہشوں کے ٹکڑوں کو جوڑا
گیلے کپڑے تیز ہوا کے ہاتھ سے چھینے

ماہم اسے یوں رکتے پھر غور سے دیکھتے محسوس کر کے پلٹی۔

"کیا بات ہے کچھ چاہئے آپ کو......" وہ پوچھ رہی تھی۔ وہ مسکرا دیا۔ پھر سر جھٹکا اور اندر داخل ہوا۔ وہ برتن دھو کر ٹوکری میں رکھ رہی تھی۔ وہاں سے ایک گلاس اٹھایا اور اس کے قریب ہی جا رکا۔

"میں نے آج اک نظم پڑھی تھی۔ "پاگل لڑکی" کے عنوان سے۔ سوچا تم سے بھی شیئر کر لوں۔ سنو گی۔" وہ پوچھ رہا تھا۔ ماہم کچھ بھی نہ سمجھ سکی۔

"پاگل لڑکی
کالے حرفوں والے کاغذ...... پرس میں رکھے
پیلے چاند کی پھیکی چھاؤں
اپنی پچی آنکھوں کے اندر آپ سمیٹے
رشتوں کی زنجیریں توڑ کے گھر سے نکلی
شہر کی ساری روشنیوں نے
اس کی آنکھیں رنگ برنگی دیواروں پر
چسپاں کر دیں

ماہم ہکا بکا تھی ان لفظوں کا اصل مفہوم کیا تھا وہ سمجھ کے بھی نا جان پائی تھی۔ بس اس کے گرد سکندر کا لہجہ بول رہا تھا۔ مدھر دھیما اندر ہی اندر جلترنگ پیدا کرتا۔ سکندر کا لہجہ۔ وہ مزید کہہ رہا تھا۔

جاگتی سوتی آنکھوں والی اس لڑکی نے
مڑ کے دیکھا
گھر جانے کے سارے رستے۔ اس سے اوجھل!

ماہم بغیر پلکیں جھپکائے صرف اسے دیکھ رہی تھی۔

آنکھیں اوجھل!
اب وہ اپنے آپ کو جیسے ڈھونڈ رہی ہے
ہر جانب ان جانے سائے
اس کی آنکھیں مانگ رہے ہیں
اور وہ ہر اک موڑ پر رک کر
اپنے آپ سے پوچھ رہی ہے
اپنے گھر کا پہلا رستہ
کتنی پاگل لڑکی ہے
وہ

ماہم نے پلکیں جھپکائی تھیں۔ سکندر کے کشادہ ہونٹوں پر مدھر مسکراہٹ رقصاں تھی۔

"ایک گلاس پانی تو دو ذرا...... سارا دن روزہ ہوتا ہے اور افطاری کے بعد پیاس بھی اسی حساب سے لگتی ہے۔" ہلکے سے اپنے سر کو جھٹکتے گلاس اس کی طرف بڑھائے کہہ رہا تھا وہ جو اس کے لفظوں کے زیر اثر تھی۔ اس عمل کو نہ سمجھ سکی تھی۔ حیرانگی سے بدستور دیکھ رہی تھی وہ مزید مسکرایا تھا پھر تھوڑا سا اس کی طرف جھکا تھا۔

"قسم سے ماہی! بہت پیاس ہے اندر تلک۔ کیا پیاس نہیں بجھاؤ گی......؟" خمار آلود لہجہ آنکھوں میں عجب سا رنگ لئے وہ مسکرا رہا تھا ماہم چونک گئی تھی۔ ایک دم پزل ہو کر پیچھے سرکی تھی۔ کانپتے ہاتھوں سے گلاس تھام لیا تھا۔ نل سے پانی بھر کر اسے پکڑا دیا۔ اس کی طرف دیکھنے سے قصداً گریز کیا۔ وہ گلاس لے کر اسٹول پر جا بیٹھا تھا۔ وہ رخ موڑ کر سنک میں باقی برتن دھونے لگی تھی۔ برتن ختم ہوئے تو سنک کو دھو کر نل بند کیا۔ سکندر پانی پی کر اسے ہی بغور دیکھ رہا تھا۔ وہ گلاس لینے اس کے قریب آئی تھی۔ گلاس لینے کو ہاتھ بڑھایا تھا جب اس نے اس کا نرم ہاتھ تھام لیا تھا۔ ہاتھ یخ ہو رہا تھا۔ ماہم اسے دیکھتی رہی۔

"تم نے پوچھا نہیں میرے اس نظم سنانے کا کیا مقصد ہے......" وہ دلکشی سے اس کے چہرے کے رنگوں پر نظریں جمائے پوچھ رہا تھا۔ ماہم نے ایک گہری سانس کھینچی۔

"مجھے کیا علم؟ نظم تو آپ نے سنائی ہے۔ مقصد بھی آپ کے ذہن میں ہوگا۔" دھڑ دھڑ کرتے ساری خواہشوں کی تتلیاں اس کے ہاتھوں سے نکل گئی تھیں۔ بہت تلخی سے جواب دیا تھا۔ سکندر دیکھ کر رہ گیا۔ اس دن کے لفظوں کا اثر ابھی بھی اس کے چہرے پر تھا۔ ناراضگی ابھی بھی برقرار تھی۔

"اس دن کی باتوں پر ابھی تک ناراض ہو......" اسی طرح ہاتھ تھامے بڑی لگاوٹ سے وہ پوچھ رہا تھا وہ تلخی سے مسکرا دی۔

"کیوں...... میری بھلا آپ سے کیا ناراضگی؟ آپ نے ایسی کون سی غلط بات کہہ دی تھی۔ آپ تو بہت حقیقت پسند آدمی ہیں...... پھر یہ استفسار کیوں؟" تلخی سے وہ اسے اسی کے لفظوں کی مار مار رہی تھی وہ کھل کر ہنس رہا تھا۔

"ہاں یہی تو میں پوچھ رہا ہوں کہ...... یہ موڈ ابھی تک بہتر کیوں نہیں ہوا...... یہ جو نظم میں نے سنائی ہے۔ یہ تھوڑی تھوڑی تم پر فٹ آتی ہے۔ کیوں آئی ایم رائٹ......" نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبائے وہ شرارت سے پوچھ رہا تھا۔ ماہم کے اندر ایک آگ بھڑک اٹھی تھی۔ اتنی دیر کی اس کی لن ترانیوں کا اصل محرک یہ تھا......

"میں واقعی حقیقت پسند رہنا چاہتا ہوں اور میری خواہش ہے کہ تم بھی بن جاؤ۔ حقیقت پسندی سے انسان بڑے بڑے نقصانات سے بچ جاتا ہے...... بلیومی...... تمہاری ناگواری اور اس طرح ری ایکٹ کرنے سے مجھے اکثر الجھن ہونے لگتی ہے۔ کیا یہ نیا تعلق پرانے رشتوں کو ختم کر گیا ہے...... یا سرے سے تم کو یہ تعلق گوارا ہی نہیں۔"

ماہم کے بھینچے بھینچے اعصاب کشیدہ چہرے پر ایک گہری مسلسل نظر ڈال کر وہ پوچھ رہا تھا تو ماہم نے ایک دم ایک جھٹکے سے اس کی گرفت سے اپنی کلائی کو آزاد کروا دیا تھا۔ جو بولی تو آواز اس کے اندر کے موسموں کا بخوبی پتا دے رہی تھی۔

"غلط فہمی ہے آپ کی۔ میری بھلا آپ سے ایسی کیا خفگی۔ اچھا ہوا نا کہ آپ کی باتوں نے میری آنکھیں کھول دی ہیں اور پھر یہ کہ ہمارے درمیان پہلے کون سا بڑے خوشگوار تعلقات استوار تھے جواب

دہ ہو جانے پر باعث ملال ہو جائیں گے۔ میں ایسی ہوں۔ البتہ آپ کو فکر ہونی چاہئے میں خواہ مخواہ آپ کی امی کی بدولت آپ کے سر منڈھ دی گئی ہوں۔" تلخی ابھی بھی اس کی سپاٹ آواز میں رچی بسی تھی۔ وہ چپ چاپ اسے دیکھتا رہا تھا۔ کس قدر غلط فہمیوں کا شکار تھی وہ۔ وہ گلاس اس کے ہاتھ سے لے کر اسے کھنگال کر اس کی جگہ پر رکھ کر فریج سے دودھ کا پیکٹ نکال کر اپنے لئے چائے بنانے لگی۔ وہ ابھی بھی بیٹھا ہوا تھا چپ چاپ۔ خاموش۔ ہاں صرف اس کی آنکھیں باتیں کر رہی تھیں اور ماہم کو اس کی آنکھوں کی زبان سے ہمیشہ خوف آتا تھا۔ وہ ہمیشہ اس کی آنکھوں سے ہار جاتی تھی۔ ہمیشہ اس کا بے پناہ اعتماد، یقین، بھروسہ، خود اعتمادی، غرور، انا پل ہی پل میں اس کی آنکھوں میں ایک نظر دیکھ لینے سے سر پر پاؤں رکھ بھاگ جاتے تھے۔ اس وقت بھی اس کی آنکھیں اسے ڈسٹرب کر رہی تھیں۔

"چائے پئیں گے......" اس کی مسلسل چپ اور آنکھوں سے گھبرا کر اس نے پوچھا تھا۔ وہ ہنس دیا اور اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ہاں ضرور پیوں گا...... اگر تم 'چاہ' سے پلاؤ گی۔" لفظ "چاہ" پر زور دیتے وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"میں اپنے کمرے میں ہوں۔ چائے بنے تو ادھر ہی دے جانا۔" دروازے کے قریب رک کر اس نے کہا تھا وہ پلٹی تو وہ جا چکا تھا وہ لب بھینچ کر کھڑی رہی۔ چائے بنی تو پہلے امی ابو اور جویریہ کو پہنچائی پھر ٹرے میں دو کپ لئے سکندر کے کمرے کی طرف چلی آئی۔ خیال تھا کہ اسے کپ تھما کر فوراً اپنے کمرے میں چلی جائے گی۔ ادھ کھلے دروازے سے وہ اندر داخل ہوئی تو وہ الماری کھولے کھڑا تھا۔ جسم پر صرف ٹراؤزر تھا شاید سونے کا ارادہ تھا اسی لئے لباس بدل رہا تھا۔ ماہم کو بے پناہ شرمندگی شرم و خجالت کے احساس نے آ لیا۔ اسے کمرے میں دستک دے کر اجازت لے کر آنا چاہئے تھا اپنی حماقت و سنگین غلطی کا فوراً احساس ہوا۔

"سوری...... وہ...... میں" اس کا سر جھک گیا تھا۔ اب وہ پلٹ کر واپس بھی نہیں جا سکتی تھی۔ بس نہیں چل رہا تھا کہ ٹرے یہیں پھینک سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ جائے۔ شرمندگی سے چہرہ علیحدہ سرخ رنگ ہو گیا تھا۔

"اٹس او کے...... بیٹھو تم......" اسکائی بلیو شرٹ نکال کر کھڑے کھڑے عجلت میں پہنتے اس نے کہا وہ نفی میں سر ہلا گئی۔ نظریں اٹھا کر مقابل کو دیکھنے کا یارا کب تھا بس نہیں چل رہا تھا کہ ایک منٹ کی تاخیر کئے فوراً کمرے سے نکل جائے۔

"یہ چائے لے لیں۔" کف الٹا کر شرٹ کے نچلے تین بٹن بند کر کے وہ عجلت میں اس کے قریب آ گیا تھا۔ ٹرے سے کپ اٹھانے کے بجائے ٹرے ہی اس کے ہاتھوں سے تھام لی تھی۔

ماہم نے اس کے اس اقدام پر کچھ حیرت سے اسے دیکھا تھا۔ وہ ٹرے بستر کی سائیڈ ٹیبل پر رکھ رہا تھا۔

"بیٹھو......" سکندر نے بستر کی طرف اشارہ کیا وہ نفی میں گردن ہلا گئی۔

"مجھے نیند آ رہی ہے......" نظریں چراتے ہوئے کہا تو وہ ہنس دیا۔ وہ تو مجھے بھی آ رہی ہے مگر......" ایک بھرپور نظر اس کے چہرے کے رنگوں کا طواف کرنے لگی۔ وہ حواس باختہ ہو گئی تھی۔ چہرے پر بے پناہ رنگ اتر آئے تھے۔

"وہ میں جاؤں......" وہ بھاگ جانے کو تھی۔ سکندر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

"ہاں ضرور...... پہلے میرے ساتھ چائے پیو گی پھر......" اک استحقاق بھرے انداز میں اس کا ٹھنڈا یخ ہاتھ تھام کر بستر پر لا بٹھایا۔ وہ خوفزدہ سی کوئی مزاحمت بھی نہ کر سکی۔

"ہاں بتاؤ اب...... کیا پریشانی ہے تمہیں۔ وہ کون سا مسئلہ ہے جس نے تمہیں یوں الجھا دیا ہے۔ کیوں ہر دم ہر پل مجھ سے کھچی کھچی رہتی ہو...... یہ ہر وقت کی بےزاری، لاتعلقی، اجنبیت و خودسری آخر کیوں۔" ایک کپ اسے تھما کر دوسرا خود لے کر چسکیاں بھرتے پوچھ رہا تھا۔ ماہم پر یہ لمحات بہت بھاری تھے۔ اس کے لب خود بخود بھینچ گئے تھے۔

وہ اسے کیسے بتاتی اسے کیا دکھ ہے۔ کیا غم اندر ہی اندر دیمک کی طرح چاٹ رہا ہے۔ کون سی انہونی خواہشیں اس کی ذات کے حصار کو چھیڑ رہی ہیں وہ کچھ بھی تو اسے نہیں کہہ سکتی تھی۔ بہت چاہنے کے باوجود شکوہ بھی نہیں کر سکتی تھی۔ ایک تھکی تھکی الجھی نظر سے اسے دیکھ کر وہ سراپا سوال بنا ہوا تھا۔ نظر اس کے چہرے سے بھٹکتی ہوئی اس کے کھلے گریبان میں الجھ سی گئی تھی مگر اگلے پل فوراً وہ نظریں چرا گئی تھی۔

"ماہی...... بتاؤ۔ میں کچھ پوچھ رہا ہوں۔" اسنے اس کی چپ کو توڑنے کو پھر پوچھا تھا۔ اسنے ایک گہری سانس خارج کرتے اسے دیکھا۔

"ایم سوری...... مجھے نہیں علم آپ کیا جاننا چاہتے ہیں۔ میرے پاس آپ کے ان لایعنی سوالوں کا کوئی جواب نہیں ہے۔" تلخی سے کہہ کر ایک کپ تھام کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ سکندر نے اسے دیکھا وہ دروازے کے پاس جا کر ایک پل کو رک گئی۔ چہرے پر ایک استہزائیہ سی مسکراہٹ تھی۔ "آپ تو بہت حقیقت پسند ہیں ناں...... مجھے نہیں اندازہ آپ نے کس خیال سے مجھ پر یہ بات باور کروائی ہے مگر اتنا مشورہ ضرور دوں گی کہ یہ سوال مجھ سے بار بار کرنے کی بجائے آپ اپنے آپ سے کریں تو زیادہ بہتر ہے۔ مجبوری آپ کے ساتھ ہے میرے ساتھ نہیں۔ اور لڑکیوں سے کوئی یہ نہیں پوچھتا کہ وہ کیا چاہتی ہیں؟ ان کی کیا خواہش ہے۔ انہیں تو صرف فیصلہ سنایا جاتا ہے اور سر جھکا دیتی ہیں۔ پھر ان سوالوں کا مقصد کیا۔ بہتر ہے سکندر صاحب آپ یہ سوال اپنے آپ سے کر لیں تو بہت جلد جواب بھی مل جائے گا۔"

یہ سب کہتے ہوئے دنیا بھر کی ناگواری و بیزاری اس کے لہجے میں تھی وہ اپنی بات کہہ کر دروازے کی دہلیز پار کر گئی تھی۔ سکندر چائے کا ایک گہرا گھونٹ بھر کر وہیں دیکھتا رہا جہاں وہ باد صبا کی طرح گزر گئی تھی۔ وہ جانتا تھا وہ بھی کوئی پرفیوم استعمال نہیں کرتی مگر پھر بھی ایک مانوس سی خوشبو سکندر کو پورے کمرے میں محسوس ہو رہی تھی۔ ایک گہری سانس لے کر اس نے اس خوشبو کو اپنے اندر جذب کرنا چاہا تھا۔

"پاگل...... احمق لڑکی......" باقی ماندہ چائے اس نے ایک ہی گھونٹ میں حلق میں انڈیل کر کپ خالی کیا تھا۔

❁❁❁

ساری رات بیت گئی تھی۔ دور کہیں تہجد کی اذانیں ہو رہی تھیں ماہم نے بے دردی سے اپنا تر چہرہ اچھی طرح صاف کیا۔ وہ سکندر کو کیا بتاتی اس کے دل کے اندر کتنی بدگمانیاں ہیں اس کے خلاف...... کس قدر منفی انداز میں وہ سوچتی ہے اس کے بارے میں مگر یہ سچ تھا وہ اپنے دل کی پوری گہرائیوں سے اسے چاہتی تھی۔ بہت شدت سے اس سے محبت کرتی تھی۔ ٹوٹ کر چاہتی تھی مگر اسی شدت سے اس سے متنفر بھی تھی۔ اس سے نالاں بھی تھی اس سے ہزاروں شکوے بھی تھے۔ دو ماہ پہلے ان دونوں کا نکاح ہوا

تھا۔ میرینہ کی شادی پر۔ میرینہ سکندر کی چھوٹی بہن تھی۔ سکندر اس کا خالہ زاد تھا۔ شروع میں ابو امی کے ہاں جب کوئی اولاد نہ ہوئی تو نسرین خالہ نے سکندر کو ان کی جھولی میں ڈال دیا تھا اس وقت میرینہ اور سکندر صرف دو ہی بہن بھائی تھے۔ امی ابو سکندر کو پا کر بہت خوش رہنے لگے تھے۔ شاید سکندر کے وجود کی بدولت ہی صرف دو سال بعد وہ خود پیدا ہوئی تھی جہاں اس کا وجود امی ابو کو نئی خوشیوں سے ہم کنار کر گیا مگر وہیں سکندر کی اہمیت اس کا مقام جوں کا توں برقرار تھا۔ نسرین آنٹی اور جبار انکل نے اسے واپس لے جانا چاہا تھا مگر امی ابو نہیں مانے تھے وہ وہیں رہ گیا تھا۔ پھر جب امی ابو کے ہاں جویریہ پیدا ہوئی تو نسرین آنٹی کے ہاں میرینہ پیدا ہوئی تھی جویریہ کے بعد امی ابو کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی جبکہ نسرین آنٹی کے ہاں سبحان اور شاہد اوپر تلے پیدا ہوئے تھے اس طرح سکندر ہمیشہ کے لئے ان کے پاس رہ گیا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ سکندر سے ان لوگوں کی محبت مزید بڑھی تھی۔

"سنہیا جاوید" وہ نام تھا جو ماہم کی شفاف محبت بھری زندگی میں پتھر کی طرح آیا تھا اور اس محبت بھرے دل کی جھیل میں ایک ہلچل مچا گیا تھا۔ سنہیا سکندر کے باس کی بیٹی تھی۔ وہ اسے پسند کرتا تھا شادی کرنے کا خواہاں تھا۔ اسے اچھی طرح یاد تھا صرف تین ماہ پہلے ہی کی تو بات تھی جب سکندر نے اسے خود سنہیا کے متعلق بتایا تھا اور ساتھ یہ خواہش بھی ظاہر کی تھی کہ وہ سنہیا سے شادی کرنا چاہتا ہے اور وہ اس سلسلے میں اس کی مدد کرے۔ وہ جو نہ جانے کب سے اسے چاہنے کی غلطی کر بیٹھی تھی۔ اس بات پر ہکا بکا رہ گئی تھی۔ ساتھ رہتے ایک ساتھ جوان ہوتے ایک دوسرے کے دکھ، سکھ، راز، غم، خوشیاں شیئر کر کے وہ اس سے محبت کر بیٹھی تھی مگر وہ کسی اور میں انوالو تھا پر وہ کانٹا تھا جو اس کا دل لہولہو کر گیا تھا۔ پھر اس نے نسرین آنٹی تک سکندر کے دل کی خواہش پہنچا دی تھی۔ نسرین بھی ہکا بکا تھیں۔ انہیں بھی شاید یقین نہیں آیا تھا۔ اسے نہیں علم پھر کیا ہوا تھا سکندر اور آنٹی کے درمیان کیا بات ہوئی تھی۔ بس اسے جویریہ اور میرینہ کے ذریعے صرف یہی علم ہو سکا تھا کہ نسرین آنٹی اسے اپنی بہو بنانے کی خواہش رکھتی ہیں وہ جو سکندر کے گھاؤ سے ابھی نہیں سنبھل سکی تھی آنٹی کی اس خواہش پر حیران و ششدر رہ گئی۔ اپنی طرف سے تو وہ اپنی قسمت کو رو کر چپ ہو گئی تھی مگر اب یہ ایک نیا سلسلہ شروع ہوا تھا۔ وہ منتظر تھی کہ سکندر امی یا اگر نسرین وغیرہ میں سے کسی نے اس کی سکندر سے شادی کی بات کی تو وہ صاف انکار کر دے گی۔ وہ ساری عمر اسے نبھانے کی آگ میں جل سکتی تھی مگر یہ گوارہ نہیں تھا کہ وہ سکندر کی زندگی میں زبردستی مسلط کر دی جائے۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ سکندر سے کبھی شادی نہیں کرے گی مگر ہوا کیا کسی کو اس سے پوچھنا کیا، بتانا بھی گوارہ نہیں کیا تھا بلکہ سکندر تک لاعلم تھا میرینہ کی شادی پر جب اس کی مایوں تھی دونوں کے نکاح کی تقریب منعقد ہوئی تھی وہ جو نسرین آنٹی کے ہاں میرینہ کی مایوں میں شرکت کے لئے گئی تھی وہ سکندر کی بیوی بن کر اگلے کئی دنوں تک حیران و ششدر رہی تھی۔ ایک طرح سے اس پر سکتہ سا طاری ہو گیا تھا مگر یہ سکتہ اس دن ٹوٹ گیا جب دونوں کے نکاح کے ٹھیک پندرہ دن بعد سنہیا جاوید کا فون آیا تھا۔ اس دن اسے اپنے نقصان کا شدت سے اندازہ ہوا تھا۔ سکندر سے اس کا رویہ خود بخود برا ہوتا چلا گیا۔ اس کا رویہ انداز و اطوار پہلے جیسے ہی تھے بلکہ پہلے سے بہت مگر وہ اس سے نئے تعلق کے خیال سے بھی بہت

اچھے انداز میں پیش آنے لگا تھا مگر اسے یہ سب سکندر کا دوغلا پن اور فراڈ لگتا تھا۔

"محبت کسی سے اور نکاح کسی سے" یہی گرہ اس کے دل پر بندھ گئی تھی جو اسے سکندر کی جانب سے دن بدن بدظن کرتی جارہی تھی۔

وہ شاید اس سے کبھی نکاح نہ پڑھواتی اگر نسرین آنٹی کی عین نکاح کے وقت اچانک طبیعت خراب نہ ہوجاتی۔ انہیں اکثر دل کی تکلیف رہتی تھی اس دن زیادہ ہونے لگی تھی۔ ایسے حال میں وہ انکار کرکے کوئی رسک نہیں لے سکتی تھی سو چپ چاپ قربان ہوگئی تھی مگر ہر گزرتا پل اسے اپنے نقصان کا احساس شدت سے دلا رہا تھا۔ اب تو سکندر بھی اس کی خفگی و ناگواری کو محسوس کرنے لگا تھا اکثر اس سے پوچھنے لگا تھا۔ اس کے رویوں کا محرک جاننے کا مقصد لیے ہوئے تھا مگر وہ اس سے کیا کہتی وہ خود بھی سمجھنے سے قاصر تھی۔ اب تو دل کی بھی نہیں سنتی تھی ہر وقت الٹا سیدھا سوچتی رہتی تھی۔ سکندر کو اب اپنانا مشکل تھا تو چھوڑنا اس سے زیادہ تکلیف دہ تھا مگر وہ کوئی فیصلہ نہیں کر پارہی تھی جبکہ دوسری طرف نسرین آنٹی امی ابو سے عید کے بعد رخصتی کا کہہ چکی تھیں۔ نہ جانے اس کے لئے وقت کے ہاتھ میں کیا تھا مگر وہ خوش نہیں تھی۔ اور نہ ہی رخصتی چاہتی تھی۔ بس خواہش تھی کہ کسی نہ کسی طرح وقت رک جائے یا کوئی معجزہ ہوجائے۔ یونہی لیٹے لیٹے نہ جانے کتنے پل گزر گئے تھے اچانک ٹائم پیس پر سیٹ الارم بجا تو وہ چونک گئی۔ ساری رات بیت چکی تھی۔ اپنے بالوں کو سمیٹتے کمبل ہٹا کر وہ اٹھ بیٹھی۔ منہ ہاتھ دھو کر آئینے کے سامنے آرکی۔ ڈریسنگ ٹیبل سے ہیئر کیچر اٹھا کر اپنے لمبے بالوں کو ان میں جکڑ کر باہر نکل آئی۔ جویریہ ابھی تک نہیں اٹھی تھی۔ پہلے امی ابو کو جاکر اٹھایا پھر جویریہ کو وہ کسمسا کر دوبارہ سوگئی تو وہ اسے اس کے حال پر چھوڑ کر کچن میں آ گئی۔

وقت کم تھا اور اسے اکیلے ہی ساری سحری تیار کرنی تھی۔ سب کچھ تیار کرکے سب لوازمات ٹیبل پر سجا کر امی ابو کو اطلاع دے کر جویریہ کے کمرے میں آ گئی۔ سحری میں صرف پچاس منٹ باقی تھے مگر وہ ابھی بھی خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہی تھی۔ ماہم کو بہت غصہ آیا۔ جھنجھوڑ کر اسے اٹھایا۔ سوندھی سوندھی آنکھوں سے وہ اسے دیکھنے لگی۔

"کیا ہے......؟"

"روزہ رکھ لو...... وقت بہت کم ہے...... پانچ منٹ میں منہ دھو کر ٹیبل پر آجاؤ...... ورنہ" اس نے اس کے اوپر سے کمبل کھینچ لیا۔

"اٹھ رہی تھی۔ ایک تو تم بھی نا۔ بجی ماہی! اتنا مزے کا خواب آرہا تھا سارا مزہ ہی کرکرا کردیا۔ عین کلائمکس پر تم نے جھنجھوڑ ڈالا ہے۔ کیا سین تھا۔ تمہاری شادی ہورہی تھی۔ رخصتی ہورہی تھی۔ تم رو رہی تھی اور تم...... تم"

"بس...... بس بی بی۔ بس ان خوابوں سے باہر نکل آؤ تمہیں تو جاگتے میں خواب دیکھنے کی عادت ہے اب تو تم ویسے بھی نیند میں تھی......" اس نے جلدی سے اس کی زبان کو بریک لگا دیئے تھے۔ وہ برے برے منہ بنانے لگی۔ جلدی سے منہ ہاتھ دھو کر باہر آجاؤ اور ہاں اپنے سکندر بھائی کو بھی اٹھادو تمہاری طرح انہیں بھی صرف عین وقت پر اٹھنے کی عادت ہے جب سحری کا وقت ختم ہونے میں صرف پندرہ منٹ رہ جاتے ہیں۔"

"میں نہیں جارہی انہیں اٹھانے......" وہ ایک دم انکار کرکے بستر سے اتری۔

"کیوں؟ وہ حیران ہوکر پلٹی۔

"سو سو نخرے کرتے ہیں اٹھنے میں...... تمہارے

مجازی خدا ہیں تم ہی نمٹو ان سے مجھے تو معاف ہی رکھو۔ سو بار جھنجھوڑنا پڑتا ہے تب کہیں جاکر ان کی آنکھ کھلتی ہے۔" وہ صاف ہری جھنڈی دکھا کر باتھ روم میں گھس گئی تھی۔

"جویریہ کی بچی...... بڑی بکواس کرنی آتی ہے تمہیں۔ سیدھی طرح جاکر اٹھاؤ انہیں......" وہ دانتوں پر برش کررہی تھی جب اس نے اس کے سر پر جاکر کہا تھا وہ سر انکار میں ہلاتی اسی طرح اپنے کام میں مصروف رہی۔ وہ ایک دو پل کھڑی رہی جب سمجھ گئی کہ وہ بالکل نہیں جائے گی تو وہ اسے گھورتی باہر نکلی۔

"مردو تم......" منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے کچن میں آگئی امی ابو ٹیبل پر موجود تھے۔

"جویریہ سکندر نہیں اٹھے ابھی تک......" امی نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلادیا۔

"جویریہ اٹھ گئی ہے۔ بس آرہی ہے۔ مگر سکندر" وہ چپ ہوگئی۔

"تو جاؤ اسے کہو وہ بھی اٹھ جائے...... وقت بہت کم ہے۔" امی نے کہا تو اسے مجبوراً کچن سے نکلنا ہی پڑا۔ اب بادل نخواستہ اسے اٹھانا ہی تھا۔

دروازے پر دستک دے کر کمرے کے اندر داخل ہوئی۔ انداز بہت محتاط تھا پہلے گردن اندر کرکے کمرے کا جائزہ لیا تھا۔ وہ ابھی تک بستر پر دراز تھا وہ اندر آگئی۔ اب آ تو گئی تھی مگر سمجھ نہ پائی کہ کس طرح اٹھائے ادرگرد دیکھا بائیں طرف ریک میں پڑا ٹائم پیس مل گیا۔ الارم سیٹ کرکے اس کے سرہانے کان کے قریب رکھ کر ابھی اس نے سیدھا ہونا چاہا تھا جب آہنی گرفت نے اس کا ہاتھ دبوچا تھا۔

"ماہی......" آنکھیں پوری طرح وا کرکے وہ مسکرایا تھا۔ وہ حیران ہوئی وہ تو سمجھ رہی تھی کہ وہ سویا ہوا ہے۔

"آپ...... آپ جاگ رہے تھے......" وہ حیران و ششدر کہہ رہی تھی۔ اس نے مسکرا کر اس کے ہاتھ کو جھٹکا تھا وہ جو پہلے ہی بے توازن کھڑی تھی منہ کے بل بستر پر جاگری تھی۔

"نہیں...... میں سو رہا تھا مگر ابھی تمہاری خوشبو نے تمہاری خبر دی تو اٹھ گیا۔"

"آپ......" بے بسی سے اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ آہنی بازوؤں کا حصار اس کے وجود پر کھنچ گیا تھا۔ اس نے اپنی ڈبڈباتی آنکھوں سے اسے دیکھنا چاہا مگر وہ آنکھیں بند کیے گہری گہری سانسیں لے رہا تھا یوں جیسے اس کے وجود کی خوشبو اپنے اندر اتار رہا ہو۔

روز جویریہ صبح مجھے اٹھاتے ہوئے ضرور جتاتی تھی کہ مجھے نیند سے جگانے کا فریضہ تمہارے ذمے ہے کل تو دھمکی بھی دے دی تھی اس نے کہ اگر میں خود سے نہ اٹھا تو وہ تمہیں بھیجے گی۔ مجھے یقین نہیں آرہا وہ اتنی جلدی اپنی دھمکی پر عمل کر دکھائے گی۔" بے خود سے لہجے میں وہ کہہ رہا تھا۔ ماہم کو یونہی لگا جیسے وہ آج حواسوں میں نہیں ہے۔ کتنے برسوں کا فاصلہ لمحوں میں ختم کردیا گیا تھا۔ دونوں کے دل ایک ساتھ دھڑک رہے تھے۔ ماہم کو اس کے بازوؤں کی گرفت میں اپنا سانس رکتا محسوس ہوا۔

"سکندر کیا ہوگیا ہے آپ کو؟ پلیز چھوڑیں مجھے......" ناگواری کی ناپسندیدگی نہ جانے کیا کچھ تھا ماہم کے لہجے میں سکندر نے جھٹ آنکھیں کھول دیں ابھی وہ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا جب دروازے پر دستک ہوئی۔ پھر دروازے سے جویریہ کی آواز آئی تھی۔

"اگر سکندر بھائی آپ اٹھ گئے ہیں تو اپنی زوجہ

محترمہ کے ہمراہ تشریف لے آئیں کیونکہ امی ابو ایک منٹ کی تاخیر کیے بغیر خود آنے کی زحمت کر سکتے ہیں۔" سکندر نے کچھ خفیف سا ہو کر بازو ہٹا لیے تھے۔ ماہم یوں بھاگی تھی جیسے قید سے رہائی ملی ہو۔

❁❁❁

دن اپنی رفتار سے گزر رہے تھے سارا دن روزے کی حالت میں دن بھر کے کام کاج کرتے اور عبادت کرتے گزرتے تھے۔ اس نے ماسٹر آف کامرس کے ایگزامز دیے تھے فی الحال فارغ تھی۔ جویریہ نے صرف گریجویشن کیا تھا آج کل وہ ایک ڈیزائننگ انسٹیٹیوٹ سے ڈپلومہ کر رہی تھی۔ وہ کام کاج سے فارغ ہوئی تو لاؤنج میں آ بیٹھی۔ ارادہ تھوڑا بہت سستانے کا تھا مگر فون کی بیل ہوئی تو فوراً اٹھ بیٹھی۔

"ہیلو...... السلام علیکم"

"وعلیکم السلام۔ جی سکندر گھر پر ہے؟" جانی پہچانی آواز تھی وہ ایک دم چونک گئی۔ اندر تک ایک سرد سی لہر سرائیت کر گئی۔

"سنہیا جاوید......" وہ جو آج کل سکندر کے تیور دیکھ کر کچھ خوش گماں سی ہو گئی تھی ایک دم ہراساں سی ہو گئی۔ "تو سکندر ایک ساتھ دو دو کو چکر دے رہا ہے۔" اسے ایک دم دکھ نے آ لیا۔ وہ تو سمجھ رہی تھی کہ سکندر اس کو چاہنے لگا ہے اسی لیے...... مگر اب۔

"جی نہیں...... وہ گھر پر نہیں ہیں۔" اس کی آواز یک دم سپاٹ سی ہو گئی تھی۔

"آپ کون ہیں؟" اس کا جواب سن کر سنہیا نے پوچھا تو وہ استہزائیہ ہنس پڑی۔

"مجھ سے آپ کو غرض نہیں ہونی چاہیے۔ میں کوئی بھی ہو سکتی ہوں۔"

"ایم سوری......" سنہیا اس کے لہجے کی تلخی پر فوراً شرمندہ ہو گئی تھی۔ "آپ بتا سکتی ہیں اس وقت سکندر کہاں مل سکتا ہے؟" وہ پوچھ رہی تھی۔

"جی مجھے علم نہیں۔ شاید اپنے آفس میں ہوں......"

"نہیں...... وہ اپنے آفس میں نہیں ہے۔" سنہیا کہہ رہی تھی ماہم نے تلخی سے ریسیور کو گھورا۔

"تو پھر ایم سوری مجھے مزید کچھ علم نہیں۔ میرے حساب سے تو وہ اپنے آفس میں ہی تھے۔" اس نے تلخی سے کہہ کر ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔

"اچھا نہیں کر رہے ہیں آپ سکندر۔ اس طرح سنہیا کو بیچ میں لٹکانے کا اصل مقصد کیا ہے۔ اگر آپ میں انکار کی ہمت نہیں تو میں کر لوں گی مگر کوئی فیصلہ تو ہو۔ میں ساری عمر اس طرح اذیت میں نہیں گزار سکتی۔" وہ ایک دفعہ پھر بہت منفی انداز میں سوچنے لگی تھی۔

"سنہیا جاوید......" اس کے تصور سے ہی اسے اپنے سارے جذبات راکھ کا ڈھیر بنتے محسوس ہوئے۔ "کروڑوں کی جائیداد کی تنہا وارث سکندر کی فرسٹ چوائس اس کی پسند" وہ جوں جوں سوچتی جا رہی تھی اندر ہی اندر رقابت کی آگ مزید بھڑکتی جا رہی تھی جو حسن من کو سلگائے دے رہی تھی۔ اسی احساس سے سانس رکنے لگتی تھی کہ سکندر نے سنہیا جاوید کی طلب کی تھی۔ اس سے شادی کرنے کی خواہش کی تھی مگر اپنی ماں کی وجہ سے وہ ماہم افتخار کو اپنانے پر مجبور ہو گیا تھا۔ اس کے اندر خوش گمانیوں کی جو کونپلیں سکندر کی ایک نظر کرم سے پھوٹنے لگی تھیں وہ وہیں اپنی موت آپ مر گئی تھیں۔ سب جذبات مرجھا گئے تھے ان پھولوں کی طرح جو ابھی صرف کھلنے کے منتظر تھے۔ اپنے کمرے میں آئی تو بھی دل اس قدر شدید نقصان پر مچل رہا تھا سسک رہا تھا۔ وہ الماری

سے اپنے نکاح کی تصاویر والا البم نکال کر بستر پر بیٹھ گئی شاید خود آزاری کی شدید ترین اذیت میں مبتلا ہو کر ضبط کی حد دیکھنا چاہتی تھی۔

"نہیں سکندر...... میں ان چاہا سودا نہیں بنوں گی۔ مجھے یقین ہے تم مجھے پسند نہیں کرتے صرف امی کی وجہ سے مجھے برداشت کر رہے ہو۔ میں تمہارے لیے صرف اور صرف مجبوری ہوں۔ تمہاری آنکھوں کی چمک، ہونٹوں کی مسکراہٹ، یہ لگاوٹ یہ سب دکھاوا ہے۔ صرف جھوٹ۔ تم اپنے آپ کو حقیقت پسند کہتے ہو نا۔ بس تم جو سامنے ہے اسے قبول کر رہے ہو اپنے ساتھ ساتھ مجھے بھی فریب میں مبتلا کر رہے ہو۔ ہمارے درمیان کچھ بھی تو نہیں ہے تم اور میں۔ کتنا سمجھاتی ہوں خود کو۔ تمہاری طرف دیکھنے سے لاکھ اجتناب برتتی ہوں مگر اس دل کا کیا کروں جو تم دور ہوتے ہو تو تڑپنے لگتا ہے اور سامنے آتے ہو تو بھاگ جانے پر اکساتا ہے۔ بتاؤ کیا کروں کیسے سمجھاؤں خود کو۔ کس طرح اس خود فریبی کے جال سے نکلوں۔ تمہاری اصلیت کیسے قبول کروں جو انتہائی تلخ ہے۔" وہ اپنی اور سکندر کی مشترکہ تصویر پر انگلیاں پھیرتے خود سے بھی الجھ رہی تھی۔ پھر نہ جانے کیا ہوا تھا تصویر پکڑ کر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے تھے۔

شام تک وہ بھٹکی ہوئی روح کی مانند نہ جانے کن کن سرابوں میں الجھی رہی تھی۔ افطاری کی تیاری جویریہ کر رہی تھی وہ اس کا ہاتھ بٹا رہی تھی مگر توجہ بالکل بھی نہ تھی۔ ایک دو کام کر کے سارا کام جویریہ کو سونپ کر وہ باہر آ گئی۔ چھوٹے سے لان کے چکر لگانے لگی۔ تبھی سکندر کی گاڑی اندر داخل ہوئی تھی وہ وہیں رک گئی۔ گاڑی سے نکل کر سکندر نے اسے ہاتھ ہلا کر مسکرا کر سلام کیا تھا۔ یہ تو سکندر کی شروع ہی کی عادت تھی مگر آج وہ بجائے خوش ہونے کے دکھ کی لپیٹ میں آ گئی۔

"حیرت ہے...... افطاری کا وقت قریب ہے اور تم یہاں ٹہل رہی ہو......" اس کی حیرت بجا تھی ورنہ روزانہ اس کی کچن میں اس وقت ادھر سے ادھر پریڈ لگ رہی ہوتی تھی جبکہ آج......

"جی۔ جویریہ کچن میں ہی ہے۔"

"اوہ...... اسی لیے نظر آ رہی ہو ورنہ میں سمجھا کہ......" وہ جملہ ادھورا چھوڑ کر مسکراہٹ دبا کر اس کے ہمراہ چلنے لگا تھا۔

"آج آپ کچھ لیٹ آئے ہیں......" سر جھکائے اس نے پوچھا تو اس نے سر ہلا دیا۔

"ہاں ایک دوست مل گیا تھا۔ کافی سارا وقت اسی کے ساتھ نکل گیا......" ماہم کے قدم ایک دم ٹھٹک گئے۔ رک کر اسے دیکھا۔

"دوست مل گیا تھا یا مل گئی تھی......" وہ دل ہی دل میں کلس کر رہ گئی۔ "آپ کے باس کی بیٹی سنہیا کا فون آیا تھا۔ آپ کا پوچھ رہی تھی۔ بہت پریشان لگ رہی تھی۔" سکندر کے چہرے کو کھوجتے اس نے سپاٹ سی آواز میں کہا تو سکندر نے کچھ ٹھٹک کر اسے دیکھا۔ اس کی آنکھوں سے چھلکتی استہزائیہ مسکراہٹ اور لبوں کی تراش میں ایک ایسا احساس ضرور تھا کہ وہ اسے بغور دیکھنے لگا۔ وہ پل میں چہرہ چھپا گئی۔

"آ...... اچھا......" اس نے ایک گہری سانس لی۔ "......کب؟"

"دوپہر کو......"

"اوہ! اور تم نے کیا کہا؟" وہ پوچھ رہا تھا۔ ماہم نے اپنا جھکا سر اٹھا کر شکایتی نظروں سے اسے دیکھا وہ ادھر ہی نظر جمائے دیکھ رہا تھا وہ پھر چہرہ جھکا گئی تھی۔

"کچھ بھی تو نہیں...... میرے پاس ہے کیا جو کچھ کہوں گی......" وہ تلخی سے ہنس دی سکندر کچھ نہ سمجھ سکا۔

"ایک بات کہوں؟" جھجکتے ہوئے اجازت چاہ رہی تھی۔

"ہوں......؟"

"سنہیا واقعی بہت اچھی لڑکی ہے۔ آپ کی پسند بہت لاجواب ہے میں بہت شرمندہ ہوں کہ نہ چاہنے کے باوجود میں آپ دونوں کے درمیان آ گئی۔ ساری زندگی صرف سمجھوتے کی بنیاد پر نہیں گزاری جا سکتی۔ آپ کے لئے اسے پانا یا اس سے شادی کرنا کچھ مشکل امر تو نہیں تھا مجھ سے پھر یہ رشتہ کیوں جوڑا......" وہ سراپا سوال بنی منتظر تھی سکندر نے بے انتہا حیرت سے اسے دیکھا تو وہ ہنس دی۔

"میں نہ پہلے آپ کے راستے کی رکاوٹ بننا چاہا تھا اور نہ ہی اب میری خواہش ہے۔ مجھے سب علم ہے میرینہ نے مجھے سب بتا دیا تھا کہ آپ صرف اور صرف آنٹی نسرین کی بیماری کی وجہ سے مجھ سے نکاح پر راضی ہوئے تھے۔ کاش سکندر آپ ایسا نہ کرتے۔ کاش آپ اسی پہلو پر بھی سوچ لیتے کہ مجبوری کا تعلق کبھی پائیدار نہیں ہوتا۔ کچے دھاگے کی طرح ہوتا ہے جن کا ہر لمحہ ٹوٹ جانے کا خدشہ رہتا ہے۔ سنہیا آپ کی خواہش تھی تو پھر سے یہ تعلق جوڑنا کیوں گوارا کر لیا۔ آپ تو شاید آنٹی کی وجہ سے مجبور ہو گئے ہیں مگر میں مجبور نہیں ہوئی' میں کبھی بھی آپ سے رخصتی نہیں کروں گی میں آنٹی کو انکار کر دوں گی۔ آپ کو اگر آنٹی کی خفگی یا امی ابو کی ناراضگی کا خدشہ ہے تو بلیو می میں آپ پر کوئی الزام نہیں آنے دوں گی۔ ٹھنڈے دل سے سوچئے گا۔ میں ساری عمر مروت و احسان کے بوجھ تلے زندگی نہیں گزاروں گی......" وہ اس کے سامنے کھڑی ٹھہرے ٹھہرے ٹھوس لہجے میں کہہ رہی تھی۔ سکندر لب بھینچے اسے بغور دیکھتا صرف سن رہا تھا۔

"ماہم...... تم......" وہ رکی تو اس نے کچھ کہنا چاہا پھر سختی سے ہونٹ بھینچ لئے اس کی ساری باتیں سننے کے بعد دماغ میں جھکڑ سے چلنے لگے تھے۔

"پلیز سکندر...... ابھی بھی فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ میرے دل و دماغ میں کیا تھا میں نے آپ پر ظاہر کر دیا ہے۔ آپ تو بہت حقیقت پسند ہیں تو پھر حقیقت پسندی کا مظاہرہ کیجئے۔ میں امی ابو کو بتا دوں گی اور میرا خیال ہے آپ بھی بات کر لیں اور مجھے یقین ہے کہ وہ میری یا آپ کی مرضی کے بغیر رخصتی نہیں کریں گے۔" ساری بات عیاں کر کے اپنے اندر کی ساری بھڑاس اس پر نکال کر وہ بغیر اس کی طرف دیکھے اندر کی طرف بڑھ گئی تھی۔ وہ وہیں رکا ہوا تھا تاسف بھری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے۔

انہی تھکن زدہ الجھے الجھے فکر مندانہ دنوں میں رمضان کا دوسرا عشرہ بھی گزر گیا تھا جویریہ کی تیاری مکمل ہونے میں ہی نہیں آ رہی تھی آج بھی وہ اسے گھسیٹ گھسیٹ کر بازار لے آئی تھی۔ کتنی دیر تک دونوں ادھر ادھر خوار ہو رہی تھیں امی نے آتے ہوئے انہیں رسید تھما دی تھی کہ وہ واپسی پر جیولر کی دکان سے گولڈ کا سیٹ لے آئیں جو انہوں نے رمضان سے پہلے بننے کے لئے آرڈر دیا ہوا تھا۔ جویریہ نے ہامی بھر لی تھی۔ پہلے تو ماہم آنے پر تیار ہی نہیں تھی مگر دوسری طرف سکندر کے موبائل پر رابطہ کرنے سے جب جویریہ کو انکار سننے کو ملا تو اسے زبردستی کھینچ لائی تھی اب وہ اس کے ساتھ بری طرح خوار ہو رہی تھی۔ جب جویریہ کا جی بھر گیا تو اسے لئے جیولر کی دکان پر آ گئی۔ فوراً مطلوبہ سیٹ لینے کی بجائے وہ پوری دکان

میں موجود زیورات کو دیکھنے لگی تھی۔ ماہم کو اس کی اس عادت سے شروع سے ہی الرجک تھی اب بھی منہ پھلائے ایک طرف کھڑی رہی۔ دل ہی دل میں کوفت کا شکار ہوتے الجھتے ہوئے وہ باہر دیکھنے لگی یونہی ادھر ادھر نگاہیں دوڑاتے اس کی نظر بالکل شاپ کے سامنے آ کر رکنے والی گاڑی پر ٹھہر گئی۔ وجہ حیرت اس سے نکلنے والا کپل تھا۔ ماہم کا دل دھک دھک کرنے لگا۔ چہرے پر ایک عجیب سی کیفیت در آئی تھی فوراً لب دانتوں تلے دبا لئے تھے۔

"سکندر......" اس کے ساتھ موجود لڑکی کون تھی وہ آرام سے پہچان گئی تھی۔ سکندر کے البم میں "سنہیا جاوید" کی ان گنت تصاویر وہ دیکھ چکی تھی ریڈ سلک کی شرٹ بلیک کھلے پائنچوں والا ٹراؤزر" اونچی ہیل' شولڈر کٹ بالوں سمیت وہ بہت خاص منفرد اور چھا جانے والی لگ رہی تھی۔ ایک ادا سے چلتے نہ جانے وہ کتنے دلوں پر بجلی بن کرتا گری تھی۔

"تو یہ ہے آج کی تمہاری مصروفیت سکندر جبار......" ماہم کا دل ایک دفعہ پھر سخت قسم کی بد گمانیوں کی زد میں آ چکا تھا۔ شاپنگ پر آنے سے پہلے جویریہ نے فون کر کے اس کی شاپنگ کے لئے لے جانے کی کتنی منتیں کی تھیں مگر اس نے صاف لفظوں میں مصروفیت کا کہہ کر انکار کر دیا تھا اور اب...... وہ دونوں دروازہ کھول کر اندر آ رہے تھے۔

ماہم نے رخ پھیر لیا۔ اس کا پورا وجود سماعت بن کر اپنے پیچھے سنائی دینے والے قدموں کی آہٹ کو سن رہا تھا۔ اس نے انگلی سے اپنی آنکھوں میں چھا جانے والی نمی کو صاف کیا تھا۔

سنہیا جاوید کاؤنٹر پر کھڑی دکاندار سے نہ جانے کیا کیا دکھانے کو کہہ رہی تھی ساتھ ساتھ اس کی نظر ارد گرد کسی کی متلاشی تھیں۔ سکندر اس کے ساتھ ہی باتیں کر رہا تھا۔ شاید دونوں کا کوئی جیولری خریدنے کا ارادہ تھا۔ درمیان میں صرف چند قدموں کا فاصلہ ہی تو اگر وہ پلٹتی تو شاید یہ فاصلہ بھی مٹ جاتا۔ اسی طرح رخ موڑے موڑے اس نے چند قدم آگے بڑھائے تھے سامنے سے سیٹ دیکھتی جویریہ اس کے قریب آ گئی تھی ماہم کے لئے اپنے آپ کو سنبھالنا بہت مشکل تھا۔

"ارے سکندر بھائی...... آپ...... یہاں" وہی ہوا تھا جس کا ماہم کو ڈر تھا۔ جویریہ کی نظر سکندر پر پڑ چکی تھی۔ وہ حیرت سے چیخی تھی۔ یکبارگی ماہم کا دل دھڑکا تھا۔ سکندر نے بھی اس پکار پر پلٹ کر دیکھا تھا جویریہ اور ماہم کو دیکھ کر ٹھٹک گیا تھا۔ جویریہ نے بتایا تو تھا کہ انہیں جیولر کی دکان پر آنا ہے مگر یوں ٹکر ہو جائے گی اندازہ نہ تھا۔ سنہیا بھی متوجہ ہو چکی تھی۔ ماہم ایک گہری سانس لے کر رہ گئی۔

"آپ تو شاید بہت مصروف تھے نا...... بہت ضروری کام تھا نا پھر یہاں......" وہ سنہیا پر ایک اچٹتی نظر ڈال کر طنز کر رہی تھی۔ ماہم اسی دن سے تو ڈر رہی تھی ایک دکھ بھری نظر سکندر پر ڈالی۔

"ہاں واقعی میں بہت مصروف تھا...... بہت" وہ سنہیا اور پھر ماہم کو دیکھ کر رہ گیا۔

"یہ کون ہیں؟......" بھلا اب سنہیا کو سکندر کے ساتھ دیکھ کر وہ کیسے برداشت کر سکتی تھی۔

"یہ سنہیا ہے۔ میری دوست...... اور ہمارے ایم ڈی کی بیٹی" اس نے مسکرا کر تعارف کروایا تھا۔ ماہم سپاٹ چہرہ لئے کھڑی رہی جبکہ سنہیا نے مسکرا کر سر ہلایا تھا

"اور سنہیا یہ جویریہ ہے اور یہ ماہم...... تم سے میں نے اکثر ذکر کیا ہے نا" وہ اب ان دونوں کا تعارف کروا رہا تھا۔ سنہیا نے مسکرا کر دونوں کو دیکھا تھا پھر

دونوں سے ہاتھ ملائے تھے خاص طور پر ماہم سے گرم جوشی کا مظاہرہ کر کے گلے بھی ملی تھی۔ وہ اندر ہی اندر خائف سی ہو گئی اس کی اس گرم جوشی پر۔

"جی مجھے بڑا اشتیاق تھا آپ دونوں سے ملنے کا سکندر کو کتنی مرتبہ کہہ چکی ہوں مگر یہ بھی بڑا ڈھیٹ ہے آج بھی اتفاقیہ ملاقات ہوئی ہے ورنہ یہ تو ہوا بھی نہ لگنے دیتا......" وہ سکندر کو خفگی سے دیکھتے ماہم کا [illegible] رہا تھا کہ کس قسم کے رد عمل کا اظہار کرے۔

"مجھے اپنے لئے جیولری لینی تھی اسی لئے یہاں آئی ہوں یقیناً آپ دونوں بھی اسی لئے آئی ہوں گی......" ایک اور اپنائیت بھرا مظاہرہ ہوا تھا۔

"جی...... امی نے سیٹ کے لئے آرڈر دیا ہوا تھا بس وہی لینا تھا......" جویریہ نے کہا تھا۔

"اوہ......" سنہیا نے اپنے خوبصورت گلاب کی پنکھڑیوں جیسے ہونٹ سکیڑے تھے۔

"چلیں جویریہ...... میرا خیال ہے اب تمہیں مزید کوئی چیز تو نہیں خریدنی...... گھر چلیں" ان دونوں کو یکسر نظر انداز کئے اس نے جویریہ کو دیکھا۔

"ارے اتنی جلدی...... ٹھہرو بھئی...... اچھا ہوا تم مل گئیں دیکھیں پلیز مجھے جیولری لینی ہے...... اگر آپ میرے ساتھ سلیکشن میں میری مدد کروا دیں تو......" بہت محبت و لگاوٹ سے کہتے ہوئے اس کا ہاتھ تھامے وہ اس کی چپ اور چہرے کی ناگواری کو بغیر دیکھے کاؤنٹر کی طرف بڑھ گئی تھی جہاں شوکیس میں کئی قسم کے زیورات سجے پڑے تھے۔

"پلیز سنہیا' میری سلیکشن بہت بری ہوتی ہے۔ آپ کو خواہ مخواہ زحمت ہو گی......" بہت چاہنے کے باوجود وہ اپنے چہرے کے تاثرات کو نارمل نہیں کر پا رہی تھی۔ جان چھڑانے والا انداز تھا۔

"ارے...... تم تو اس قدر کسر نفسی سے کام لے رہی ہو۔ سکندر کو دیکھ کر تمہاری سلیکشن اپنے آپ عیاں ہو جاتی ہے اور تم ہو کہ......" پتا نہیں تعریف تھی طنز تھا پھر کیا تھا۔ وہ بڑے خلوص سے کہتے اسے چھیڑ رہی تھی مگر ماہم کو اپنے دماغ میں سائیں سائیں ہوتا محسوس ہوا۔

جویریہ بھی اپنا سامان لے کر فارغ تھی دلچسپی سے [illegible]

اس کے لباس کی خوشبو اسے پریشان کرنے لگی۔ اس کے لئے بہت مشکل مرحلہ آ ٹھہرا تھا۔ نہ چاہتے ہوئے اسے سنہیا کی مدد کرنا پڑ رہی تھی۔ مختلف جیولری کے سیٹوں میں سے ایک ڈائمنڈ کے موتیوں سے سجا نفیس سا خوبصورت لاکٹ سیٹ منتخب کیا تھا جو دیکھنے میں ہی بہت قیمتی محسوس ہو رہا تھا۔

"زبردست...... بھئی بہت پیارا ہے۔ تمہاری چوائس تو بڑی لاجواب ہے۔ کیوں سکندر؟......" سنہیا سیٹ سکندر کو دکھاتے اس کی تعریف میں رطب اللسان تھی۔

"ہوں...... پسند تو واقعی لاجواب ہے مگر......" وہ رک گیا تھا پھر کچھ جھکا تھا اس کے کان کے قریب سرگوشی کی تھی۔

"کہتے ہیں جذباتی اور آنکھیں بند کر کے فیصلے کرنے والی خواتین کی پسند بھی بڑی جذباتی اور [illegible] سی ہوتی ہے مکمل ان کے اندر کی عکاسی کرتی ہوئی۔ دیکھنے کو بہت قیمتی سیٹ ہے مگر ہیرا تو صرف ہیرا ہی ہے نا...... جب گرتا ہے تو ٹوٹ کر چکنا چور ہو جاتا ہے۔" مدہم سے لہجے میں کہتا وہ اس کی جان جلا گیا تھا۔ کس قدر طنزیہ و جتاتا لب و لہجہ تھا۔ جویریہ اور سنہیا نے بالکل نہیں سنا تھا۔ مگر وہ پلٹ کر سکندر کو خونخوار نظروں سے ضرور دیکھنے لگی تھی۔ اس کا دل اس کی کن

پٹیوں میں سلگنے لگا تھا۔

اس شام کے بعد دونوں کا سامنا بہت کم ہوتا تھا گفتگو تو ایک بار بھی نہیں ہوئی تھی۔ بہت لاتعلقی والی فضا قائم ہو چکی تھی ان کے درمیان۔ سکندر اسے دیکھتے ہی رخ موڑ لیا کرتا تھا اور آج اتنے دنوں بعد چپ ٹوٹی بھی تو زبان پھر بھی نشتر چبھو رہی تھی۔ ماہم کے اندر احساس توہین چٹکیاں لینے لگا اس توہین پر وہ ناگن کی طرح بل کھا کر رہ گئی۔

"چلیں جویریہ......" اب وہ ایک پل بھی رکنے کو تیار نہیں تھی۔ سنہیا نے دکاندار سے سیٹ پیک کرنے کو کہا تھا وہ صرف جویریہ کو دیکھنے لگی۔

"ٹھہرو تم دونوں۔ میں چھوڑ آتا ہوں۔ ویسے گھر ہی جانا ہے مزید کچھ خریدنے کا ارادہ تو نہیں......" دیکھ تو وہ اسے رہا تھا مگر بات جویریہ سے کر رہا تھا اس کی جان سلگ گئی۔

"جی نہیں شکریہ...... ہم چلے جائیں گے...... آپ کو تکلف کرنے کی قطعی ضرورت نہیں۔ آپ تو بہت مصروف تھے۔ اپنی مصروفیت نبھائیے جو آ سکتے ہیں انہیں جانا بھی آتا ہے۔ چلو جویریہ......" ایک دم ہی سے چبھتے ہوئے لہجے میں کہہ کر وہ بغیر رکے بغیر دیکھے جویریہ کا ہاتھ پکڑ کر دکان سے باہر نکل گئی تھی۔

"ہیں...... یہ ماہم کو کیا ہوا؟......" سنہیا اپنی جگہ حیران تھی۔ ماہم کے اس قدر ترش رویئے پر وہ کچھ بھی سمجھنے سے قاصر تھی۔ سکندر نے طنزیہ مسکراتے ملامتی انداز میں سر ہلا دیا۔

"سنو...... کیا مقصد تھا تمہارا مجھے یہاں لانے کا۔ کہیں سکندر تم......" وہ اچانک پوچھتے پوچھتے رک گئی پھر سکندر کی طرف بغور دیکھا اس کے چہرے پر ابھی بھی طنزیہ مسکراہٹ کا عکس باقی تھا...... "یہ سیٹ تم نے سکندر...... سکندر تم" وہ بات ادھوری چھوڑ کر صرف دیکھنے لگی وہ کھل کر مسکرا دیا۔

"کچھ نہیں ہوا۔ پتا ہے محترمہ پاگل ہو گئی ہیں...... دماغ گھوم رہا ہے۔ چاہتی ہے جس عظیم الشان عقل کا مظاہرہ کر کے وہ احمق بن رہی ہے وہ میں بھی جاؤں۔" عجیب طنزیہ لب و لہجے میں کہتے سنہیا کو بھی حیرت زدہ کر گیا تھا۔

"پتا نہیں کیا کہہ رہے ہو تم...... ویسے فرینڈلی کہوں...... ماہم بہت پیاری ہے تم نے تو مجھے بھنک تک نہیں پڑنے دی...... سب کچھ چپ چپاتے کر لیا۔ ایک دفعہ بھی گھر لے کر نہیں گئے نہ ملوایا اور اب...... بڑے عجیب ہو تم......" وہ ایک دم مسکرا کر کہہ رہی تھی سکندر بھی ہنس دیا۔

"چپ چپاتے نہیں کیا سب کچھ...... تمہیں آگاہ کیا تھا وہ بھی باقاعدہ......"

"ہاں...... ہاں جانتی ہوں کتنا آگاہ کیا تھا...... میرے پروپوزل کو درمیان میں لٹکائے مجھے اور پاپا کو انگلینڈ میں فون پر اطلاع دے رہے تھے کہ محترم کا نکاح ہو چکا ہے......" وہ آنکھیں دکھا رہی تھی۔ سکندر ایک دم ہنس دیا۔

"بھئی کیا کرتا پھر...... مجبوری اور ایمرجنسی میں تمہیں تو صرف فون پر ہی اطلاع دے سکتا تھا......"

اب وہ باقاعدہ اسے چڑا رہا تھا۔ سنہیا نے اسے آنکھیں دکھاتے وہ شاپر اس کے کندھے پر دے مارا جس میں لاکٹ سیٹ تھا۔

"اب اس کی پے منٹ کرو...... اور چلو...... ابھی میٹنگ کے لئے بھی نکلنا ہے اپنے بالوں کو لاپرواہی سے جھٹکتے وہ اسے حکم دے کر باہر نکل گئی تھی۔ پیچھے وہ ہونٹوں پر دل آویز خوبصورت مسکراہٹ لئے بل پے کرنے لگا تھا۔

❁❁❁

رمضان کا تیسرا عشرہ اپنے ساتھ بے پناہ مصروفیات لے کر آیا تھا۔ سارے گھر کی صفائی ستھرائی پھر نئے سرے سے سیٹنگ اور ساتھ ساتھ عید کی تیاریاں بھی۔ ماہم نے اپنے آپ کو بری طرح گھریلو کاموں میں الجھا رکھا تھا یا شاید یہ بھی بہت سی ذہنی تکلیف دہ سوچوں اور الجھنوں سے بچنے کا نسخہ تھا۔ بہر حال اس نے اپنے آپ کو بہت زیادہ مصروف کر لیا تھا۔

سکندر سے اس کی لاتعلقی پہلے سے زیادہ بڑھ گئی تھی اور سکندر بھی یہی روش اختیار کئے ہوئے تھا۔ ویسے ہزار باتیں کرتا تھا مگر نظر جیسے ہی اس پر پڑتی ایک دم سپاٹ ہو جاتی تھی۔ وہ اس سے سخت بدگمان و نالاں ہو گئی تھی۔ دونوں ہی اپنے اپنے مدار میں مقید ایک دوسرے سے سخت کبیدہ خاطر تھے۔

ماہم کو یہی اذیت ہر پل ڈستی رہتی تھی کہ جب وہ خود اپنے اور اس کے تعلق کو ختم کرنے پر تیار ہے تو پھر وہ کیوں اس قدر لاتعلقی پر اتر آیا ہے جب وہ خود راستے سے ہٹ رہی ہے تو پھر یوں وہ سب کچھ کھلے عام کیوں نہیں کر رہا۔ سنہیا سے اپنے تعلقات کی بھنک اوروں کو کیوں نہیں پڑنے دے رہا۔ ایک دو دفعہ اس نے اس سے خود بات کرنا چاہی تھی مگر وہ کچھ سننے پر ہی آمادہ نہیں ہوا تھا۔ اول تو گھر پر ٹکتا ہی نہیں تھا۔ اگر ہوتا بھی تھا تو ایسا انداز اپنائے رکھتا تھا کہ بہت کوشش کرنے کے باوجود وہ اس سے دوٹوک بات نہیں کر پا رہی تھی یونہی چڑتے کڑھتے دن گزر رہے تھے مگر اس کا کوئی حل سامنے نہیں آ رہا تھا۔

وہ رات ساڑھے گیارہ بجے کے قریب بیٹھی سکندر کی واپسی کا انتظار کر رہی تھی۔ عشاء کی نماز ...ے نکلا تھا ابھی تک واپسی کے کوئی آثار نہیں تھے۔ سب ہی سو چکے تھے۔ نیند تو بہر حال ماہم کو بھی رہی تھی مگر آج وہ سکندر سے بات کئے بغیر سونا نہیں چاہتی تھی وجہ دو گھنٹے پہلے آنے والا سنہیا کا فون تھا۔ بظاہر سنہیا اس سے بہت محبت و لگاوٹ سے کتنی دیر تک باتیں کرتی رہی تھی مگر وہ اس دوران کس قدر اذیت میں مبتلا رہی تھی یہ صرف وہی جانتی تھی۔ کال بیل ہوئی تو وہ میگزین ایک طرف رکھ کر باہر نکل آئی اپنے گرد شال اچھی طرح لپیٹ کر گیٹ تک آئی تھی۔

"کون......؟" حفظ ماتقدم کے طور پر پوچھا تھا۔

"میں...... سکندر......" اس نے گیٹ کھول دیا وہ اندر آ گیا۔

"کہاں تھے؟" اندر آ کر لاؤنج کے صوفے پر بیٹھا تو وہ بھی اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ سکندر جواب دینے کے بجائے اسے دیکھنے لگا۔

"میں نے کچھ پوچھا ہے؟" اس کے یوں گھورنے پر جھنجلا کر ٹوکا تو وہ کالر کے بٹن کھولتا کف الٹا کر آنکھیں بند کر گیا۔

"کہاں ہونا چاہئے تھا مجھے؟" الٹا سوال کیا گیا تھا۔ وہ لب بھینچ گئی۔

"میں کیا جانوں...... آپ کی پرسنل سیکریٹری تو نہیں جو آپ کے اوقات کار سے آگاہ ہوں گی...... یہ تو آپ ہی بہتر جانتے ہیں کہ آپ کہاں ہوتے ہیں؟" اس کے سامنے ہی صوفے پر بیٹھتے کڑوے لہجے میں کہا تو سکندر نے آنکھیں وا کر کے اسے تاسف بھری ملامتی نظروں سے گھورا تھا۔

"بہت سطحی سوچ ہے تمہاری......" وہ جواباً صرف یہی کہہ سکا تھا۔

"چلیں...... سطحی سوچ ہی سہی...... کم از کم جو دل میں ہوتا ہے سامنے تو لاتی ہوں منافقت تو نہیں کرتی...... چوری چھپے کچھ نہیں کرتی اور نہ ہی کسی کی لگی لپٹی رکھتی ہوں......" اس نے بہت تلخی سے

جواب دیا تھا۔ وہ ایک دم آؤٹ ہوگیا تھا۔

"شٹ اپ......" وہ اگلے ہی لمحے لب بھینچ گیا۔ پھر بہت کڑی نظروں سے اس کو گھورا۔ "مائنڈ یور لینگویج ماہم! حد ہوتی ہے تنگ نظری کی بھی......" وہ صرف اسے فہمائشی نظروں سے گھور رہا تھا۔ کچھ دیر رک گیا۔ اپنے اوپر ضبط کرتا رہا۔

"ہوں...... آج لڑنے کا ارادہ ہے کیا؟......" اپنے اوپر مکمل کنٹرول کر کے براہ راست اس کی کھلی آنکھوں میں جھانکا تو وہ پل کو نظریں پھیر گئی تھی۔

"نہیں جی...... میرا فی الحال ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ آج آپ کی امی آئی تھیں ابو اور امی سے رخصتی کی ڈیٹ فکس کرنے کی بات کی ہے انہوں نے"

"تو پھر کرنے دو انہیں...... ظاہر ہے یہ تو ہونا ہی ہے۔" اپنی طرف سے ماہم نے بہت بڑی خبر اسے دی تھی مگر ادھر سے مکمل سنجیدگی سے جواب موصول ہوا تھا وہ ہکابکا دیکھتی رہی پھر ایک دم مشتعل ہوگئی۔

"کیا مطلب ہے آپ کا...... کرنے دو...... حد ہوتی ہے برداشت کی بھی۔ آپ سب کو دھوکہ دے سکتے ہیں کم از کم مجھے نہیں...... میں ایسا بالکل نہیں چاہتی بس میری صرف یہی خواہش ہے کہ آپ اس سلسلے میں چپ رہنے کے بجائے کوئی فیصلہ کن قدم اٹھائیں۔" غصے سے وہ کہہ رہی تھی۔ سکندر نے ایک گہری سانس لی۔

"مثلاً کیسا قدم......" سکندر کے ٹھنڈے دھیمے انداز میں مطلق فرق نہیں آیا تھا۔

"آپ سنہیا سے محبت کرتے ہیں اور وہ آپ سے...... تو پھر آپ اپنے گھر والوں سے صاف صاف بات کیوں نہیں کرتے۔ اس معاملے کو لٹکا کیوں رہے ہیں۔ جبکہ مزید آپ مجھے بھی الو بنا رہے ہیں۔ آخر ان سب کا کیا مقصد ہے؟"

وہ اس وقت خود کو بہت بے بس سا محسوس کر رہی تھی۔ بس نہیں چل رہا تھا ورنہ سکندر کا نہ جانے حشر کر ڈالتی۔

"تمہیں کس نے کہا ہے کہ میں سنہیا سے محبت کرتا ہوں یا وہ مجھ سے محبت کرتی ہے۔" اسی دھیمے ٹھہرے ہوئے لہجے میں اس نے پوچھا تھا ماہم اسے دیکھنے لگی۔

"تو کیا آپ اسے پسند نہیں کرتے؟...... کیا یہ جھوٹ ہے؟ کیا آپ اس سے شادی نہیں کرنا چاہتے تھے؟ آپ نے خود مجھ سے سنہیا کے متعلق آنٹی اور امی ابو سے بات کرنے کی خواہش ظاہر نہیں کی تھی؟ کیا یہ بھی جھوٹ ہے کہ آپ سرے سے اس نکاح پر راضی ہی نہ تھے وہ بھی اگر عین نکاح کے وقت اچانک آنٹی کی طبیعت خراب نہ ہوتی تو شاید......" ایک دم اپنی ڈبڈباتی آنکھیں لئے اپنے ضبط کو مزید چھلکنے سے بمشکل روک پائی تھی۔ بڑی شکایتی نظروں سے اسے دیکھا تھا جو بہت مطمئن اس پر نظریں گاڑھے ہوئے تھا۔

"میں سنہیا کو پسند کرتا ہوں یہ واقعی جھوٹ نہیں ہے۔ میں نے اس سے شادی کی خواہش ظاہر کی تھی اس میں بھی جھوٹ نہیں ہے۔ میں نے تم پر زور دیا کہ تم امی اور آنٹی وغیرہ سے سنہیا کے سلسلے میں بات کرو تو یہ بھی سچ ہے مگر یہ بالکل سچ نہیں ہے کہ تم سے نکاح کے سلسلے میں مجھ پر کوئی جبر یا زور زبردستی کی گئی تھی۔ میرے ساتھ کوئی مجبوری نہیں ہوئی۔ تم میرے اور سنہیا کے متعلق کیا جانتی ہو۔ کچھ بھی تو نہیں...... ہمارا ریلیشن کس سطح کا ہے تم بالکل لاعلم ہو...... تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے کہ میرے ساتھ کوئی مجبوری نہیں میں کبھی بھی آئیڈیل پسند نہیں رہا۔ ہاں اپنی شریک سفر کے لئے کچھ اچھی خواہشات و جذبات

ضرور دل میں رکھتا ہوں مگر وہ قبل از وقت ظاہر کرنا میرے لئے بہت ناپسندیدہ امر ہے مگر خیر تم......" وہ رک گیا تھا ایک اچٹتی نظر بالکل خاموش کچھ حیرت زدہ بیٹھی ماہم پر ڈالی اور پھر سر جھٹکا۔

"تم نے امی کو سنہیا کے متعلق بتادیا اور امی نے مجھ سے پوچھا انہوں نے کیا پوچھا یہ ایک علیحدہ ٹاپک ہے۔ بس مجھے امی نے اپنی خواہش کا بتایا تھا میرے سامنے سنہیا یا تمہارا نام رکھا تھا چونکہ میرے ساتھ کوئی زبردستی نہیں تھی اسی لئے میں نے امی کی خواہش کا احترام کیا تھا۔" وہ رک گیا تھا ایک نظر اسے دیکھا وہ سر جھکا گئی۔

"ماہم والدین کی خواہش کا احترام کرنا کیا جرم ہے؟ اگر واقعی یہ جرم ہے تو اس معاشرے میں پچانوے فیصد شادیاں ارینج ہوتی ہیں اور سب لوگ تو نہیں مگر بہت سے لوگ ایک اچھی خوشگوار زندگی گزارتے ہیں۔ ان بیچاریوں پر مجبوریوں کا جرم عائد کیوں نہیں کرتیں تم...... مجھ ناتواں کی جان ہی کیوں مشکل میں ڈالی ہوئی ہے تم نے؟ صرف اس لئے تم میرے یا سنہیا کے متعلق جانتی ہو لیکن کس حد تک؟ کبھی غور کیا ہے ہمارے تعلقات کی نوعیت کیا ہے؟ اس کی بھی وضاحت کرو۔ ذہن میں کچھ تو خاکہ بنایا ہوگا تم نے پھر ہو سکتا ہے میں تمہارے کہنے پر سنہیا سے شادی کرلوں......" وہ طنز پر طنز کرتا ناراضگی خفگی بھرے تاثرات لئے اس کی ہر سوچ کی تردید کر رہا تھا وہ اپنی جگہ چوری بنتی جا رہی تھی۔ اس کے ہر خیال کی تردید ہو رہی تھی۔

"تمہارا مسئلہ پتا ہے کیا ہے ماہم! تمہارے نزدیک اپنی ذات، اپنے احساسات اور اپنی خودداری و انا کے سوا کوئی چیز اہم نہیں ہے۔ انتہائی احمق اور بداعتماد لڑکی ہو تم...... ٹھیک ہے مجھے تم سے نہ ہی کوئی افلاطونی قسم کا عشق ہوا ہے اور نہ ہی محبت مگر کمٹ منٹ بھی بہت بڑی چیز ہوتی ہے۔ میرا تم سے نکاح ہوا ہے تم میرے نام سے منسلک ہو کر میرے لئے بہت اہمیت رکھتی ہو۔ مگر اس اہمیت کو جتانے کے لئے میں تم سے ہزاروں فلرٹ لوگوں کی طرح بے ہودہ ڈائیلاگ بازی کروں کیا یہ ضروری ہے۔ کیوں جذبے رشتے ان الفاظ کا سہارا لیئے بغیر اپنی حیثیت نہیں منوا سکتے؟" وہ بہت نروٹھے پن سے کہتا پوچھ رہا تھا۔ ماہم نے کچھ کہنا چاہا مگر الفاظ ساتھ چھوڑ گئے۔ ایسا تو اس نے کبھی بھی نہیں چاہا تھا اور سکندر نے اس کی سوچوں کو کس قدر غلط معنی پہنائے تھے۔ ہاں یہ سچ تھا کہ اسے اپنے جذبوں کے علاوہ کچھ اور سوجھتا ہی نہ تھا مگر وہ جذبات کی ماری لفظوں کی متلاشی لڑکی تو کبھی بھی نہیں تھی اور اب سکندر کا تجزیہ...... وہ دل مسوس کر رہ گئی۔ لفظ ہونٹوں پر آ آ کر پلٹ گئے۔

"تمہیں جو بھی خدشات لاحق ہیں وہ صرف اور صرف تمہاری اپنی ذہنی اختراع کا نتیجہ ہیں، سنہیا جاوید سے میری کمٹ منٹ کبھی نہیں رہی۔ ہم دونوں یونیورسٹی فیلو تھے اور بائے چانس مجھے اس کے فادر کی کمپنی میں جاب مل گئی اور پھر یہاں سے ہی ہماری دوستی کی ابتدا ہوئی تھی۔ وہ ایک ملنسار سلجھی ہوئی پرخلوص اور مخلص سی لڑکی ہے۔ ہمارے درمیان پسندیدگی بھی صرف دوستی کی حد تک ہے اور کچھ بھی نہیں۔ چونکہ میری بطور خاص سنہیا سے دوستی تھی اسی لئے سنہیا کے فادر جاوید صاحب مجھے خاص اہمیت دینے لگے۔ ان کا خیال تھا کہ ہم دونوں دوستی سے ہٹ کر ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔ اگر انہیں اپنے اسٹیٹس اور مرتبے کا خیال ہوتا تو وہ میرے بارے میں کبھی نہ سوچتے مگر الٹا ہوا سنہیا کو تو نہیں البتہ جاوید صاحب کو میں ان کی چہیتی لاڈلی بیٹی کے

لئے پسند آ گیا۔ انہوں نے مجھے خود پروپوزل پیش کر دیا اور میں تو حیران تھا ابھی میرے ذہن میں اپنی آئندہ زندگی کے لئے کوئی پلاننگ نہ تھی سنہیا اچھی لڑکی تھی۔ کسی بھی لڑکے کی آرزو ہو سکتی تھی ای لئے میں نے تم سے بات کی تھی کہ تم امی اور آنٹی سے بات کر لینا مگر اس کا الٹا اثر ہوا اور شاید یہی میری غلطی ہے کہ ایک ساتھ رہتے ایک گھر میں زندگی گزارتے زندگی کے سارے مدارج اکٹھے طے کرنے کے باوجود میں نے تمہیں غلط جج کیا تھا۔ بعد میں جو بھی ہوا اس سے تم لاعلم نہیں ہو مجھے افسوس ہے تو صرف اس بات پر کہ تم نے مجھے غلط جج کیا ہے۔ بعض اوقات جو نظر آتا ہے وہ حقیقت نہیں ہوتا۔"

وہ شاک زدہ سی بیٹھی اسے دیکھ رہی تھی۔

"ماہم مجھے بے حد افسوس ہے کہ میں نے امی کی خواہش پر سنہیا کی بجائے تمہیں منتخب کیوں کیا...... اگر مجھے ذرا بھی اندازہ ہوتا کہ تم اس قدر ضیق القلب تنگ نظری لڑکی ہو تو شاید......" وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ماہم نے صرف اسے دیکھا۔

"بہر حال...... اس سارے قصے میں یہ تو ہوا کہ مجھ پر تمہاری ناپسندیدگی کھل کر واضح ہو گئی ہے۔ چلو کچھ نہ کچھ تو ازالہ ہو ہی جائے گا۔ اگر تم رخصتی پر آمادہ نہیں تو کوئی زبردستی نہیں...... میں امی کو منع کر دوں گا...... مگر اب مجھ سے کسی بھی قسم کی امید مت رکھنا اور نہ ہی میرے کندھے پر رکھ کر بندوق چلانا۔ تمہارے والدین مجھ پر بہت بھروسہ اور اعتماد کرتے ہیں۔ چاہے کسی بھی ناتے سے ہی میں انہیں اپنی طرف سے کبھی بھی ہرٹ کرنا نہیں چاہوں گا۔ البتہ تم آزاد ہو۔ جو بھی فیصلہ کرو گی مجھے اعتراض نہیں ہو گا......" اپنی پینٹ کی جیبوں میں دونوں ہاتھ ڈال کر اسے تلخی سے سب باور کرواتا وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے نکل گیا تھا جبکہ وہ اب بھی حیران و ششدر بیٹھی ہوئی تھی۔

ملال کے لمحے اس قدر کثافت لئے ہوئے تھے کہ اگلے تین چار دن گزرنے کے باوجود بھی وہ خود کو سنبھال نہیں پائی تھی۔ حزن و ملال کی گہری لپیٹ میں انا دل کسی بھی طور پر اب سنبھلنے کو نہیں تھا۔ پہلے یہ بات دکھ دیتی تھی کہ وہ کسی اور سے محبت کرتا ہے کسی اور کو چاہتا ہے مگر اب جب سے حقیقت کھلی تھی وہ اپنی ذات کا اعتماد بھی کھو بیٹھی تھی۔ دکھ جب کسک بن جائے تو دیمک کی طرح دل کو چاٹنے لگتا ہے اس کے [illegible] شرمندگی کی کہر اس قدر دبیز تھی کہ سکندر کا سامنا کرنے کی بھی اس کے اندر ہمت نہ تھی وہ اسے کیا سمجھ رہا تھا ایک جذبات و احساسات کی ماری ہوئی لڑکی جسے لفظوں کے اظہار کی ضرورت تھی۔ یہ گھاؤ اس قدر گہرا تھا کہ وہ اندر سے ٹوٹتی چلی جا رہی تھی۔ محبت کرنا اس قدر مشکل امر نہیں مگر اس کی شدتوں آزمائشوں کو برداشت کرنا یقیناً بہت حوصلے کا کام ہے جو کہ ماہم میں نہیں تھا نتیجتاً تین دنوں کی ٹینشن اور اندرونی توڑ پھوڑ نے اسے بیمار کر ڈالا تھا۔

تین دن سے وہ دست سی ہو کر رہ گئی تھی۔ کل سے بخار بھی تھا۔ صبح سحری کے وقت امی ابو جویریہ نے اسے روزہ رکھنے سے منع کیا تھا مگر وہ نہیں مانی تھی۔ عصر کے قریب جب وہ نماز ادا کرنے بستر سے اٹھی تو سر چکرا رہا تھا۔ ٹانگوں میں گویا جان ختم ہو گئی تھی بعض اوقات اندر کی گھٹن باہر نکل کر انسان کو یونہی شکست سے دوچار کر دیتی ہے جیسے تیسے کر کے نماز ادا کر کے اپنا بخار سے پھنکتا درد سے چور ہوتا وجود لئے بستر پر لیٹی تو نسرین آنٹی جویریہ کے ہمراہ اندر داخل ہوئیں۔

"ارے...... کیا ہوا میرے چاند کو......" جویریہ نے ہی انہیں فون کر کے اس کی علالت کی اطلاع دی تھی۔ جواباً وہ اب یہاں دکھائی دے رہی تھیں۔ انہوں نے براہ راست پوچھا تھا۔

"میں نے انکار نہیں کیا...... بلکہ ماہم ایسا نہیں چاہتی......" سکندر نے دل کے پھپھولے پھوڑے تھے۔ امی کو حیرت ہوئی۔

"ماہم...... مگر کیوں؟"

"امی وہ انتہائی احمق لڑکی ہے سمجھتی ہے کہ میں نے آنٹی اور خالو کی محبت میں ان کی پرورش کا بدلہ چکانے کے احسان کے لئے اسے اپنایا ہے۔ اور یہ کہ میں سنہیا میں انوالو ہوں......" اس نے صاف بات کی تھی۔

"نہیں...... یہ ماہم سمجھتی ہے......" وہ بے یقین تھیں۔ "یہ بھلا کیا بات ہوئی؟ میں ماہم کو اتنا کم عقل تو نہیں سمجھتی تھی......" انہیں یہ بات کسی بھی طور پر ہضم نہیں ہو رہی تھی۔

"آپ کو کیا پتہ وہ اس سے زیادہ کم عقل ہے۔ بلکہ وہ تو سرے سے اس رشتے پر راضی ہی نہیں......" امی حیران سی دیکھے گئیں۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" وہ الجھ رہی تھیں۔

"یہ تو آپ اسی سے پوچھیں......" سکندر کا لہجہ تلخ سا تھا ماما نے اسے گھورا۔

"یہ تو میں اس سے پوچھ ہی لوں گی۔ پہلے یہ تو بتاؤ تم نے اسے کچھ کہا تو نہیں......"

"میں نے...... کیوں؟ میں بھلا اسے کچھ کیوں کہوں گا......" سکندر نے روکھے پن سے کہا۔

"تو پھر وہ بیمار کیوں ہو گئی ہے کل سے بخار میں پھنک رہی ہے ابھی بھی اس قدر بخار ہے......"

"اب آپ مجھ پر شک کر رہی ہیں...... بھلا اس کی بیماری سے میرا کیا تعلق" وہ بیمار تھی یہ تو اسے بھی دکھائی دے رہا تھا مگر اس قدر حالت خراب ہو گی اندازہ نہ تھا کچھ تشویش تو بہر حال اسے بھی ہوئی تھی مگر نظر انداز کر گیا۔

"تعلق ہے یا نہیں...... مگر خیال رکھو وہ بیوی ہے تمہاری خیال تو رکھنا چاہئے تھا تمہیں...... جویریہ سے شکایتیں سنی ہیں میں نے تمہاری...... گھر سے کتنی کتنی دیر باہر رہتے ہو تم......" انہوں نے آخر میں خفگی سے کہا تو وہ دیکھ کر رہ گیا۔

"دیکھو سکندر...... افتخار بھائی کا کوئی بیٹا نہیں ہے۔ وہ تمہیں بیٹوں کی طرح چاہتے ہیں زہرہ اور افتخار بظاہر ہر وقت ہنستے مسکراتے رہتے ہیں مگر بیٹے کی کمی ان کو اندر ہی اندر خوفزدہ ضرور رکھتی ہے۔ اسی لئے میں نے تمہیں ان کے ہاں رہنے دیا تھا۔ سنہیا سے تم بے شک شادی کرتے مجھے قطعی دکھ نہ ہوتا مگر میں نہیں چاہتی تھی کہ زہرہ وغیرہ کے دل میں کوئی بات آئے۔ وہ تمہیں صرف اپنا بیٹا کہتے ہی نہیں اصل میں سمجھتے بھی ہیں اسی لئے میں نے تمہارے اور ماہم کے نکاح کا فیصلہ کیا تھا مجھے علم ہے اندر ہی اندر وہ ہر وقت خوفزدہ ضرور رہتے تھے کہ کہیں تم اپنی پسند کی شادی کر لو اور انہیں بھول جاؤ۔ وہ تم سے بے پناہ محبت کرتے ہیں اس لئے یہ سب کیا تھا......"

"میں سب سمجھتا ہوں امی! میں نے تو سنہیا کو کبھی اس نظر سے دیکھا بھی نہیں وہ تو اس کے فادر نے پروپوزل دیا تھا میں نے آپ سے بات کی جہاں تک ماہم کی بات ہے تو اس کی سوچ سے مجھے واقعی بہت دکھ ہوا ہے۔"

"اچھا...... چلو اٹھو...... ماہم کو میں دیکھ لوں گی۔ اس کی ساری غلط فہمیاں رفع کر دوں گی تم اس وقت اسے لے کر ڈاکٹر کے پاس جاؤ بہت بخار ہے اسے۔" امی اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"ویسے سکندر...... مجھے بہت افسوس ہوا یہ جان کر کہ تم گھر سے لاتعلق رہنے لگے ہو۔ بہت دکھ کی بات ہے ماہم کوئی غیر تو نہیں تمہاری اپنی بیوی ہے تمہیں خود احساس ہونا چاہئے تھا۔ بجائے میرے کہنے کے......" آخر میں انہوں نے اسے شرمندہ کر دیا تھا۔ تین چار دن سے اس نے سرد مہری کی جو چادر اوڑھ رکھی تھی اب امی کے یوں احساس دلانے پر چھٹکنے لگی تھی۔

"امی! آپ پلیز ماہم سے کچھ نہیں کہیں گی۔ یہ میرا اور اس کا معاملہ ہے۔ میں خود نمٹ لوں گا...... آپ اسے کچھ نہیں بتائیں گی۔ ابھی بہت سے حساب ہیں جو مجھے بے باق کرنے ہیں......" آخری جملہ اس نے ذرا آہستہ کہا تھا امی نے تعجب سے اسے دیکھا۔

"کیا کرو گے تم......؟"

"پتہ نہیں...... مگر امی اس کی سوچ سے مجھے بہت تکلیف پہنچی ہے کم از کم اتنی تکلیف کا احساس اسے بھی ہونا چاہئے نا......" عجیب منطق تھی سکندر کی وہ مسکرا دیں۔

"اچھا دیکھوں گی کیا کرنا ہے مجھے...... تم گاڑی نکالو۔ میں ماہم کو لے کر آتی ہوں۔" اسے کہہ کر وہ چلی گئی تھیں۔ وہ بھی چابی اٹھائے باہر نکل آیا۔

وہ گاڑی میں بیٹھی تو امی نے دروازہ بند کر دیا۔

"دھیان سے چیک اپ کروا کر لانا......" خاص تاکید کے ہمراہ دونوں کو رخصت کیا تھا۔

سارا راستہ دونوں طرف خاموشی رہی تھی۔ ڈاکٹر سجاد کے کلینک وہ اکثر پہلے بھی آتی رہتی تھی چیک اپ کروا کر میڈیسن وغیرہ لے کر وہ دوبارہ گاڑی میں آ بیٹھے۔ میڈیسن والا شاپر ڈیش بورڈ پر رکھ کر سکندر نے گاڑی اسٹارٹ کی۔

دائیں ہاتھ سے گاڑی ڈرائیو کرتے بائیں ہاتھ سے اس نے کیسٹ لگایا تھا۔ گاڑی میں مدھر سروں سے گلوکار کی آواز گونجنے لگی تھی۔

کہو اک دن کہ جو کچھ بھی ہمارے پاس ہے
سب کچھ تمہارا ہے......
کہو اک دن کہ......

ماہم نے ایک دم پہلو بدلا تھا۔ کن اکھیوں سے اسے دیکھا جو سامنے دھیان رکھے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔

ستارا سی جنہیں کہتے ہو وہ آنکھیں تمہاری ہیں
جنہیں تم شاخ سی کہتی ہو وہ باہیں تمہاری ہیں
جنہیں تم پھول سی کہتے ہو باتیں تمہاری ہیں
کہو اک دن کہ جو کچھ بھی......

ماہم نے پھر اسے دیکھا وہ متوجہ کب تھا اسٹیئرنگ پر دھرے اس کے مضبوط ہاتھوں کی انگلیاں اسٹیئرنگ ویل پر بج رہی تھیں۔

کہو اک دن کہ جو کچھ بھی ہمارے پاس ہے سب
کچھ تمہارا ہے
اگر سب کچھ یہ میرا ہے تو سب کچھ بخش دو اک
دن
وجود اپنا مجھے تم دے دو محبت دو اک دن
میرے ہاتھوں پہ اپنے ہاتھ رکھے روح کھینچ لو
اک دن

ماہم نے ایک دم ہاتھ بڑھا کر ٹیپ ریکارڈ بند کر دیا تھا۔ سکندر نے چہرے کا رخ موڑا۔ بہت برہمی سے اسے دیکھا۔

"میرے سر میں درد ہو رہا ہے۔" اس کی نظروں میں ایسی ہی تپش تھی وہ کہے بغیر نہ رہ سکی۔

سکندر نے ایک نظر ڈالنے کے بعد پھر چہرے کا رخ موڑ لیا تو وہ اندر ہی اندر کٹنے لگی۔ اس کی خفگی اس

کے لئے سوہان روح تھی آنکھوں میں بے اختیار نمی اتر آئی۔

"س...... س...... سکندر، بہت ہمت کر کے وہ اسے مخاطب کر پائی تھی۔ اس نے ایک پل کو اسے دیکھا تھا۔ "ایم سوری......" بھرائی ہوئی آواز میں وہ صرف یہی کہہ سکی۔

"فار واٹ......" سکندر کا لہجہ سپاٹ سا تھا ماہم کا دل سکڑ سا گیا۔

"اپنے رویوں پر...... میں بہت شرمندہ ہوں۔"

"جسٹ اے منٹ ماہم......" اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی سکندر نے اسے روک دیا تھا۔

"تم کیوں شرمندہ ہو...... اچھی بات نہیں اس طرح مجھے تمہارے خیالات سے آگاہی ہو گئی ہے۔ بھئی میں نے بھی جان لیا ہے کہ تم مجھ سے کس قسم کی توقعات وابستہ کئے ہوئے ہو...... ہاں رخصتی کی بات میں نے امی کو منع کر دیا ہے بے فکر رہو۔ احسان و مروت کی آڑ میں تمہیں کوئی بھی میرے پلے نہیں باندھے گا......"

الفاظ تھے کہ تیر جو سیدھے دل میں پیوست ہوتے گئے تھے آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے شاید وہ اس سے بہت زیادہ ناراض ہو چکا تھا۔ دل کٹ کر رہ گیا۔ سکندر کے چپ ہونے پر بھی گاڑی میں اس کے رونے کی آواز بلند ہو رہی تھی۔ گاڑی سگنل پر رکی تو ایک دس بارہ سالہ بچہ ہاتھ میں پھولوں کی ٹوکری لئے ان کی گاڑی کے شیشے پر جھکا۔

"صاحب...... تازہ پھول لے لو...... نئے تازہ ہیں......" پھولوں کی ٹوکری آگے کئے کہہ رہا تھا ماہم نے ہاتھ کی پشت سے اپنا چہرہ صاف کیا۔ نظر لڑکے کی طرف ڈالی جو ٹوکری سے موتیے کے پھول نکال نکال کر دکھا رہا تھا۔

کیا آپ کے ذہن میں کوئی واقعہ گردش کر رہا ہے؟
کیا آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے؟
کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا نام بھی نامور مصنفوں کے ساتھ لیا جائے؟
اگر آپ کی یہ دلی خواہش ہے تو
ماہنامہ
نئے افق
کراچی
کے صفحات آپ کی تخلیقی صلاحیتوں کو جلا بخشنے کے لئے حاضر ہیں
دیر نہ کیجئے قلم اٹھائیے!
اگر آپ بھی شاہد ہیں کسی حادثے کے راوی ہیں کسی ایسے کے اگر آپ کے سینے میں چھپی ہوئی ہیں کچھ حکایتیں، کچھ روایتیں تو خاموش نہ بیٹھیں بلکہ پورے اعتماد کے ساتھ نئے افق کو لکھ بھیجیں۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کی تحریر کسی بھٹکے ہوئے کے لیے مشعل راہ بن جائے۔ کوئی بچھڑا ہوا اپنوں سے مل جائے۔ کوئی بدی کی گہری کھائی میں گرنے سے بچ جائے۔
اپنی تحریر صفحے کی ایک جانب ایک سطر چھوڑ کر لکھیں۔ کہانی کے آخر میں اپنا نام اور مکمل پتہ ضرور لکھیں۔ مرکزی خیال خوب صورت اور سبق آموز ہونے پر ہم آپ کی تحریر کو کہانی کی شکل دیں گے۔
ماہنامہ نئے افق ... کراچی۔ 74200
فون نمبر 2628014 فیکس 2639577
EMail:naeyufaq@cyber.net.pk

"بھئی میں کیا کروں گا ان پھولوں کا......" سکندر نے اکتاتے ہوئے کہا ماہم کے دل کو کچھ ہوا۔ پھول وہ بھی موتیے کے اس کی کمزوری تھے مگر وہ ایک نظر پھولوں کو اور پھر سکندر کو دیکھ کر رہ گئی جس کے چہرے پر بیزاری کی تحریر واضح پڑھی جاسکتی تھی۔

"صاحب بیگم صاحبہ کے لئے لے لو...... یہ گجرے ہیں تازہ ہیں بیگم صاحبہ کے ہاتھوں میں بہت سجیں گے......" وہ لڑکا سکندر کو آمادہ کررہا تھا ماہم ایک دم گھبرا کر نظریں پھیر گئی۔

"کیوں بھئی زبردستی ہے کیا...... تمہارے یہ گجرے یہ پھول کیا بک نہیں رہے......" سکندر نے مذاقاً پوچھا تھا۔

"نہیں صاحب جی یہ بات تھوڑی ہے۔ بک جاتے ہیں مگر تھوڑی دیر لگتی ہے۔ یہ تو اپنی روزی ہے مگر جس دن جلدی بک جائیں میں جلد گھر چلا جاتا ہوں اور جس دن نہ بکیں دوپہر ہوجاتی ہے۔ اماں راہ تکتی رہتی ہے۔ صاحب جی یہ تھوڑے سے رہ گئے ہیں لے لو......" وہ بڑے...... انداز میں اسے قائل کررہا تھا۔ سکندر مسکرادیا ایک نظر اس کی ٹوکری پر ڈالی جہاں واقعی تھوڑے ہی پھول اور گجرے تھے۔

"لاؤ بھئی دے دو...... یہ سارے ہی دے دو...... بھئی تمہاری تو روزی کا سوال ہے اور ہمارا کیا ہے چند روپے ہی تو ہیں کیا ہے آخر کسی کا دل خوش ہوجائے۔ لڑکے کی بات پر ہنستے اس نے والٹ نکالا تھا۔

لڑکا اسے پھول خریدنے پر آمادہ دیکھ کر خوش ہوگیا تھا جلدی سے سارے ہار اور گجرے شاپر میں ڈال کر اسے پکڑائے تھے۔

"کتنے پیسے ہوئے؟......" سکندر نے شاپر تھام کر ڈیش بورڈ پر رکھا تھا۔

"صاحب جی پچاس روپے......" سکندر نے سر ہلا کر سو کا نوٹ نکال کر اسے تھمایا تھا اسی دوران سگنل بھی کھل گیا تھا۔ پیچھے سے گاڑیوں کے ہارن بھی گونجنے لگے تھے سکندر نے فوراً اسٹیئرنگ سنبھالا۔

"صاحب جی باقی پیسے......" وہ لڑکا کہہ رہا تھا سکندر نے جلدی سے گاڑی آگے بڑھالی تھی۔ پیچھے کھڑا لڑکا آوازیں دے رہا تھا مگر سکندر نے جیسے سنی ہی نہیں تھی ماہم خاموشی سے چپ چاپ ساری کارروائی دیکھتی رہی تھی۔ گاڑی گھر کے پورچ میں رکی تو وہ دروازہ کھول کر باہر نکل آئی۔ سب ڈرائنگ روم میں تھے وہ سیدھی اپنے کمرے میں آئی تھی۔ بستر پر بیٹھی تو لگا بہت دور کا سفر طے کرآئی ہو۔ سکندر کی ہمسفری میں گزرے پل اس پر اسی قدر بھاری ہوتے تھے۔ وہ بیڈ کی پشت سے کمر ٹکائے گہرے گہرے سانس لے رہی تھی جب اسے اپنے اردگرد بہت مانوس سی خوشبو محسوس ہوئی تھی۔ ماہم نے تڑپ کر آنکھیں وا کی تھیں۔ سامنے ہی وہ اپنا بھرپور سراپا لئے بڑے انہماک سے تک رہا تھا اس کے دیکھ لینے پر بھی نظروں کا ارتکاز نہیں ٹوٹا تھا۔ وہ فوراً سیدھی ہوگئی تھی۔ تبھی وہ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتا بستر پر اس کے قریب ہی آبیٹھا تھا وہ مزید اپنے آپ میں سمٹ سی گئی تھی۔ تھوڑی دیر قبل کس قدر روکھا پھیکا سا دل شکن انداز تھا اور اب...... اس کی نظریں خود بخود جھک گئی تھیں۔ اس مانوس سی خوشبو نے اس کے وجود کو اپنے حصار میں لینا شروع کردیا تھا۔

"تم اپنی میڈیسن گاڑی میں ہی چھوڑ آئی تھیں......" سنجیدہ لہجے میں کہہ رہا تھا ماہم کی نظر اس کے ہاتھوں پر گئی جہاں میڈیسن کے شاپر کے علاوہ کچھ اور بھی تھا۔ میڈیسن والا شاپر ٹیبل پر رکھ کر وہ پھولوں کا شاپر کھولنے لگا۔

"تمہیں میرا ان کو پہنانا ناگوار گزرے اور شاید اچھا بھی نہ لگے مگر میں ان پھولوں کو اپنے پاس نہیں رکھ سکتا۔ وہ پھولوں والا بے چارہ۔ تمہارے لئے ہی دے رہا تھا اب بے چارے کو کیا علم کہ بیگم صاحبہ بھی صرف آدھی بیگم صاحبہ ہیں۔" طنز تھا یا مذاق وہ قطعی سمجھنے سے قاصر تھی۔ نرمی سے ماہم کا ہاتھ تھام کر گجرا پہناتے اس نے اس کی آنکھوں میں بھی جھانکا تھا۔ وہ نظر پھیر گئی تھی جبکہ سکندر کی نظر بھی بغیر کسی جذبے کی تھی۔ چہرے پر سوائے سپاٹ سے تاثرات کے کچھ بھی نہ تھا۔ کوئی لطیف سی شرارت، کوئی گدگدی کرنے والی مسکراہٹ پورے بدن میں ہلچل مچا دینے والی آنکھوں کی چمک۔ ہر جذبہ جیسے جامد سا تھا۔ گہری گہری چادر میں لپٹا ہوا۔ ایک ایک کرکے دونوں ہاتھوں میں اس نے اسے گجرے پہنا دیئے تھے۔ وہ اس قدر شاک اور ملال کی کیفیت میں غرق تھی کہ مزاحمت تک نہ کرسکی تھی۔

باقی پھولوں کے ہار اس کی جھولی میں ڈال کر اس کے ہاتھوں کو بغور دیکھتے سکندر نے پھولوں کی مہک اس کے ہاتھوں کو چہرے کے قریب لے کر سونگھی تھی۔

"دراصل تم سے میرا نکاح زبردستی نہیں ہوا تھا مگر اب لگتا ہے تمہارے لئے زبردستی ہی سہی دل میں جگہ بنائی ہوگی ورنہ......" بات تھی کہ زہر میں بجھا ہوا نشتر ماہم نے نمی بھری آنکھوں سے اسے دیکھا وہ کھل کر مسکرایا تھا۔

"مجبوری ہے بھئی...... زبردستی کے رشتوں میں صرف سمجھوتہ ہوتا ہے۔ اتنی تو عقل ہوگی نا تم میں......" وہ آج شاید اس کی جان لینے کے درپے تھا۔ ماہم کی جان سخت عذاب میں مبتلا ہوچکی تھی مگر کوئی راہ فرار نہ تھی۔

"کہتے ہیں پھول جذبات کے اظہار کا سب سے خوبصورت ذریعہ ہوتے ہیں مگر افسوس......" اپنی بات ادھوری چھوڑ کر وہ دل آویزی سے مسکرایا تھا پھر وہ اسے سخت ہراساں کرگیا تھا۔

❁❁❁

سنہیا کی شادی ہورہی ہے عید کے تیسرے دن یہ اس کا انویٹیشن ہے۔ مسٹر اینڈ مسز سکندر کے نام......" آج وہ اسے دھچکے پر دھچکہ لگارہا تھا وہ جو ابھی سنبھل بھی نہ پائی تھی اس نئے انکشاف پر حیران ہوئی۔ بے یقین نظروں سے دیکھا سکندر نے اپنے ہاتھ میں پکڑا انویٹیشن کارڈ اس کی طرف بڑھایا تھا جسے اس نے لرزتے ہاتھوں سے تھاما تھا۔

"تمہارے لئے شاید یہ خوشی کا پیغام ہو مگر مجھے بہت دکھ ہوا ہے کہ کم ازکم میں تمہارے خدشات کو سچ نہیں کرپایا۔ سنہیا اپنے کزن ارقم میں انٹرسٹنگ تھی جب اس کے والد نے مجھے سنہیا کا پروپوزل پیش کیا تھا تو وہ قطعی لاعلم تھی اور شاید میں بھی لاعلمی میں ہی اسے سخت ہرٹ کردیتا اگر وہ مجھے اپنی کمٹ منٹ کا کہہ کر ایکسکیوز نہ کرلیتی اس کے بعد میرا تمہارے ساتھ نکاح طے پاگیا۔ مجھے کوئی فرق نہیں پڑا تھا بس اتنا سا اعتراض تھا کہ میرینہ کی شادی کے بعد یہ تقریب ہوجائے مگر امی نہیں مانی تھیں اور میرا خیال ہے یہی انکار تم تک پہنچا تھا جسے تم نے اپنی نظر اور اپنی سوچ کے مطابق دیکھا...... چلو اب تو تمہارے خدشوں کی نفی ہوچکی ہے نا...... تو تیار رہنا تمہیں میرے ساتھ سنہیا کی شادی میں ضرور چلنا چاہئے۔ ہوسکتا ہے وہاں تمہاری سوچوں کو منفی رخ پر ڈالنے کے لئے کوئی اور گرہ ہاتھ لگ جائے......" وہ طنز پر طنز کرتا اسے زمین کے اندر گاڑھ دینے کو تھا ماہم اتنی ہمت نہیں رکھتی تھی کہ سر اٹھا کر اسے دیکھ لے۔

''اور ہاں میں نے امی کو رخصتی کی ڈیٹ فکس کرنے سے منع کر دیا ہے۔ مگر پھر بھی فیصلہ تم پر ہے۔ یہ شادی بیاہ دنوں کا کھیل نہیں پوری زندگی کا سوال ہے۔ ایک جذباتی لمحے میں بہہ کر پوری زندگی کا فیصلہ نہیں کیا جاتا۔ اچھی طرح سوچ لینا۔ پھر کوئی فیصلہ کرنا۔ تب تک میں امی وغیرہ کو کنوینس لوں گا۔''

وہ اٹھ کر اس کے کمرے سے نکل گیا تھا۔ پتا نہیں وہ حقیقت پسند تھا یا اذیت پسند بہر حال اس کے لفظوں سے وہ اندر تک ادھڑتی چلی گئی تھی بے پناہ تکلیف کا احساس ہو رہا ہے۔ کسی پل چین نہ تھا۔ وہ تو چلا گیا تھا اسے اسی طرح ساکت وصامت چھوڑ کر مگر وہ اپنے جسم سے اپنی روح نکلتی ضرور محسوس کر رہی تھی۔ بے یقینی سے کبھی ہاتھوں میں سجے گجروں کو دیکھتی اور کبھی اس انویٹیشن کارڈ کو جس نے اس کے آخری خدشے تک کو بھی ختم کر ڈالا تھا کہ شاید سنیہا اس میں انٹرسٹنگ ہو۔

''میں واقعی بہت احمق ہوں......'' سسکتے ہوئے اپنے گھٹنوں پر سر ٹکا کر ماہم بری طرح رو دی تھی۔

❀❀❀

رمضان کے باقی دن کیسے گزرے تھے یہ صرف وہی جانتی تھی۔ سکندر سے اب کسی بھی اچھائی کی اسے امید نہ تھی ایک دفعہ پھر اسے اذیت کے بھنور میں دھکیل کر خود لاتعلق بن بیٹھا تھا۔ یوں جیسے کبھی کچھ ہوا ہی نہیں۔ اسے جانتا تک نہ ہو کوئی تعلق ہی نہ ہو۔ نسرین خالہ نے رمضان کے شروع میں ہی اسے پیسے دیئے تھے کہ وہ اپنی پسند کی عیدی خرید لے جویریہ کے ساتھ جا کر وہ جو بھی پسند تھا لے آئی تھی۔

آج انتیسواں روزہ تھا کثرت رائے یہی تھی کہ عید کل ہوگی۔ دو دن سے نسرین آنٹی کے ہاں گیا ہوا تھا۔ وہ ہر سال عید ادھر ہی کرتا تھا اس دفعہ بھی وہ چلا گیا تھا۔ اس کے جانے سے گھر بہت سونا سونا سا لگنے لگا تھا۔ سارا دن بے پناہ مصروفیت میں گزر رہا تھا۔ وہ امی اور جویریہ تینوں بری طرح مصروف رہی تھیں۔ عصر کے قریب جا کر وہ لوگ فارغ ہوئیں تو جویریہ امی کے ساتھ کچن میں افطاری کا اہتمام کرنے گھس گئی جبکہ وہ کل پہننے والے کپڑے لے کر استری اسٹینڈ پر آ کھڑی ہوئی۔ سب کے کپڑے پریس کر کے ساری مطلوبہ چیزیں جمع کر کے سب کے کمروں میں پہنچانے کے بعد وہ سکندر کے کمرے میں آ گئی دو دن سے وہ یہاں پر نہیں تھا اس دوران وہ اس کے کمرے کو نئے سرے سے ترتیب دیئے سیٹنگ چینج کرنے سجانے سنوارنے میں لگی ہوئی تھی۔ امید تو نہیں تھی کہ وہ عید یہاں آ کر کرے گا مگر پھر بھی اپنے دل کو تسلی دینے کو اس کے کپڑے پریس کر کے تمام چیزیں ڈھونڈ کر رکھیں۔ ایک بھرپور نظر اس کے بیڈروم پر ڈال کر باہر نکل آئی۔

افطاری کے بعد نماز ادا کرتے ہی وہ اور جویریہ چھت پر چلی آئیں۔ بہت تلاش بسیار کے باوجود چاند صاحب کا چہرہ نظر نہیں آیا تھا۔ دونوں نیچے آ کر ٹی وی پر لگا کر بیٹھ چکی تھیں۔

نو بجے ہی وہ نماز تراویح ادا کر کے بستر میں جا گھسی تھی۔ سارے دن کی تھکاوٹ تھی جس نے اسے نڈھال کیا ہوا تھا۔

''تم اتنی جلدی سونے لگی ہو۔ ابھی تو چاند صاحب کا بھی کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔ ہلال کمیٹی تو ابھی تک دوربین لگائے خلاؤں میں گھورتے چاند میاں کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑی ہوئی ہے۔ جیسے وہ بے چارہ ان کا قرضہ لے کر بھاگا ہوا ہے۔'' جویریہ نے اس کے کمرے میں جھانکا تو وہ اس کی لن ترانیوں پر ہنس دی اٹھنے کی بجائے مزید کمبل میں منہ چھپا گئی۔

وہ گہری نیند میں تھی جب کسی نے اسے بری طرح جھنجھوڑ ڈالا تھا کچھ بھی نہ سمجھ پائی جب سمجھ آئی تو جویریہ کے ساتھ میرینہ کو دیکھ کر چونکی۔

''ماہم!...... جلدی چلو اٹھو پلیز...... دیکھو چاند نکل آیا ہے۔''

''ہیں...... '' ماہم مکمل طور پر حواسوں میں لوٹی تھی۔ ''کیا...... واقعی......''

''جی جناب...... صبح عید ہے...... فٹافٹ باہر آ جاؤ۔'' وہ کمرے سے نکل گئی تھی۔ وہ بھی حیرت و خوشی کے جذبات لئے سرہانے پر پڑا دوپٹہ کھینچ کر میرینہ کے ساتھ باہر نکل آئی۔

لاؤنج میں سبحان، شاہد کے ساتھ سکندر بھی تھا۔ اسے دیکھ کر اس کے دل کی دھڑکن سن ہوئی تھی۔

''چاند رات مبارک ہو ماہم بھابی......'' سبحان اور شاہد اس کے قریب آ گئے تھے۔ وہ انہیں گھور کر امی ابو کی طرف جھک گئی۔ انہوں نے پیشانی پر بوسہ دیتے دعا دی تھی۔

''خوش رہو...... اللہ ہمارے بچوں کو ایسی ہزاروں خوشیاں دیکھنا نصیب کرے۔''

''یہ چاند صاحب اچانک کہاں سے آ ٹپکے۔ نو بجے تک تو کوئی آثار نہیں تھے۔'' وہ میرینہ اور جویریہ کے پاس جا بیٹھی۔ جویریہ ہنس دی۔

''بھابی صاحبہ کون سے چاند کا پوچھ رہی ہیں......'' میرینہ کا انداز شرارتی تھا وہ کچھ بھی نہ سمجھ سکی۔ ہونقوں کی طرح اسے دیکھا تو سب ہنس دیئے۔

''پوچھنے کی کیا بات ہے بھلا...... بھلا چاند کتنے ہوتے ہیں۔ کوئی دس بارہ تھوڑی ہیں۔'' اپنی خفت مٹانے کو کہا۔

''میرے حساب سے تو دو چاند ہوتے ہیں ایک زمینی اور آسمانی......'' سبحان دور کی کوڑی لایا تھا وہ حیران ہوئی۔

''ذرا تم اپنے اس زمینی اور آسمانی چاند کی وضاحت بھی کر دو۔'' جویریہ نے جل کر کہا تھا سب کے

وہ پاکستانی قارئین جو بیرون ملک مقیم ہیں
آنچل
سالانہ خریدار
بن کر اپنے پسندیدہ رسائل گھر بیٹھے حاصل کریں
نئے افق
ڈاک خرچ میں 100 فیصد اضافے کی وجہ سے غیر ممالک کے لئے زر سالانہ کی شرح مندرجہ ذیل ہوگی

نیوزی لینڈ، امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا، جریدہ	
سالانہ ڈاک خرچ	4080/- روپے
12 شماروں کی قیمت	420/- روپے
زر سالانہ	4500/- روپے

مڈل ایسٹ، ایشیا، افریقہ، یورپ، جریدہ	
سالانہ ڈاک خرچ	3080/- روپے
12 شماروں کی قیمت	420/- روپے
زر سالانہ	3500/- روپے

اپنے ڈرافٹ اور منی آرڈر ادارے کے نام درج پتے پر ارسال کریں۔ کراچی میں قابل ادائیگی ہونا لازمی ہیں۔ بیرون ملک ادائیگی کے لئے دس ڈالر کے مساوی رقم کا اضافہ کریں۔
نئے افق گروپ آف پبلیکیشنز، احمد چیمبرز، ڈاکٹر ضیاء الدین احمد روڈ (ترمیم) ، آئی آئی چندریگر روڈ کراچی

قہقہے بے اختیار تھے۔

"آسمانی چاند تو "مون" ہوتا ہی ہے مگر زمینی چاند "صرف ہمارے سکندر بھیا" ہی ہیں...... کیوں ماہم بھابی......" میرینہ نے سرگوشی کے سے انداز میں اس کے کان کے قریب کہا تو وہ پزل سی ہوگئی...... "آپ کی عید تو اسی چاند کو دیکھ کر ہو جاتی ہوگی...... ہیں ناں" وہ اسے مزید کنفیوژ کر رہی تھی۔

"میرینہ...... بکومت......" تادیبی نظروں سے گھورا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

سکندر امی ابو کے ساتھ محو گفتگو تھا اس نے وال کلاک دیکھا رات کے گیارہ کا ٹائم تھا۔

اس قدر والہانہ محبت کے مظاہرے پر ماہم کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ انہوں نے پیشانی پر پیار کیا تو وہ کٹ سی گئی۔

"کتنی بری ہوں میں، سب کے خلوص کو دکھاوا گردانتی، غلط معنوں میں دیکھتی رہی۔ آنٹی کی محبت و مروت کو احسان و بھیک سمجھتی رہی......" اس کا دل بھی رو رہا تھا۔ اٹھ کر بیٹھنا چاہا تو آنٹی نے روک دیا۔

"لیٹی رہو...... دیکھو کتنی سی شکل نکل آئی ہے میری بیٹی کی...... ارے کسی کو فکر ہی نہیں......" امی کو اندر آتے دیکھ کر انہوں نے دہائی دی تو وہ مسکرا دی۔

"نہیں آنٹی میں نے سحری کے وقت میڈیسن لی تھی...... ظاہر ہے بخار اثر تو دکھائے گا اپنا......"

"جانتی ہوں میں کیسی دوائی لی ہوگی تم نے...... اور زہرہ تم نے بھی خیال نہیں رکھا میری بچی کا......" وہ اب امی سے الجھ رہی تھیں، امی اور جویریہ ہنس دی تھیں امی اس کی لاپرواہیاں گنوانے لگی تھیں وہ سر منہ لپیٹے ہنستی رہی۔

"یہ سکندر ہے کہاں؟ میں کب سے آئی بیٹھی ہوں نظر نہیں آیا......" ایک گھنٹے بعد انہیں خیال آیا تو پوچھا۔ جبکہ امی کچن میں چلی گئی تھیں۔

"پتا نہیں...... صبح آفس کے لئے نکلے تھے ابھی تک گھر نہیں لوٹے......" جویریہ نے بتایا تھا وہ تو خاموش تھی۔

"اچھا...... مگر اس کی آفس ٹائمنگ 4 بجے تک ہے ناں...... پھر اتنی دیر کیوں......؟"

"پتا نہیں...... آج کل تو وہ گھر پر صرف سونے اور روزہ افطار کرنے آتے ہیں ورنہ فرصت ہی نہیں ہوتی اگر کبھی گھر میں آ بھی جائیں تو اپنے کمرے میں بند رہتے ہیں۔ سکندر بھائی اب بہت بور کرنے لگے ہیں۔ ذرا بھی خیال نہیں کرتے......" جویریہ جو کہ اس کی بیماری اور دوسرا سکندر کے گھر کی جانب سے لاتعلقی پر سخت نالاں تھی کہے بغیر نہ رہ سکی۔ آنٹی بھی حیران ہوئیں مگر پھر کچھ سوچ کر چپ ہوگئیں۔

افطاری کے قریب وہ گھر آیا تو سامنے ہی لاؤنج میں امی کو دیکھ کر ٹھٹھک گیا۔

"آپ...... السلام علیکم......" وہ فوراً مؤدب سلام بجالایا تھا۔

"وعلیکم السلام...... خیر سے یہ تمہارا گھر آنے کا وقت ہے......" انہوں نے فوراً ٹوکا تو وہ سر کھجاتا شرمندہ سا ہوگیا۔

"وہ بس...... آفس کے کام میں دیر ہو جاتی ہے......" اس وقت یہی بہانہ سوجھا تھا امی نے اسے خاموش نظروں سے دیکھا۔

مغرب کی نماز پڑھنے کے بعد وہ فوراً گھر لوٹا تھا وجہ امی کی آمد تھی وہ انہیں کبھی بھی شکایت کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ ابھی کھانا کھا کر فارغ ہی ہوا تھا کہ امی اس کے کمرے میں ہی اس کے ساتھ چلی آئیں۔

"جانتے ہو کہ میں آج کیوں آئی ہوں......" انہوں نے چھوٹتے ہی پوچھا تھا وہ خاموش رہا۔

"ماہم کی طبیعت خراب تھی ایک تو وجہ یہ تھی مگر اصل مقصد یہی ہے کہ تم نے رخصتی کی ڈیٹ فکس کرنے سے کیوں انکار کیا ہے۔ یہ شادی بچوں کا کھیل تو نہیں جو تم یوں مذاق میں ٹال رہے ہو...... آرام سے بتاؤ انکار کی اصل وجہ کیا ہے؟" میں تو خود چاند کی طرف سے مایوس ہو کر سونے والی تھی جب یہ لوگ آگئے تھے۔ یہ خوشخبری لے کر کہ کل عید ہوگی۔ ٹی وی لگایا تو ادھر بھی یہی خوشخبری تھی۔" جویریہ کی بات پر وہ مسکرا دی۔

"ہم شاپنگ کے لئے نکلے تھے سوچا آپ کو بھی ساتھ لے لیں۔ آپ دونوں تیار ہو جائیں......" میرینہ نے اپنی آمد کا مقصد بتایا تو اس نے امی کی طرف دیکھا۔

"ہاں چلی جاؤ تم دونوں...... کوئی چیز لینی ہو تو لے لینا......" امی نے کہا تھا۔ وہ چپ ہوگئی۔ یہ آج کوئی نئی بات تو نہ تھی ہر عید پر ہی ہوتا تھا۔ سکندر اپنے بہن بھائیوں کو لے کر ادھر آجاتا تھا پھر یہاں سے سب مل کر جاتے تھے۔ نیا تو کچھ بھی نہ تھا۔ سب کچھ وہی تھا مگر سکندر کا رویہ اور ماہم کا اپنا آپ وہ نہیں رہا تھا۔

"تم لوگ گاڑی میں بیٹھو میں آتا ہوں......" ان سب کو تیار دیکھ کر سکندر حکم دیتا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

وہ واپس لوٹا تو سب گاڑی میں بیٹھ چکے تھے۔ وہ میرینہ اور جویریہ پچھلی سیٹ پر تھیں جبکہ سجان، شاہد اور سکندر اگلی سیٹ پر تھے۔

بازار میں اچھا خاصا رش تھا۔ خوش باش چہرے ہنستے مسکراتے لوگ بے فکر قہقہے زندگی سے بھرپور ہنسی ماہم کے اندر اک خلا سا بھرتی جا رہی تھی۔ ادھر سے ادھر گھومتے کتنا وقت گزر گیا تھا۔ جویریہ اور میرینہ نے مہندی لگوائی تھی اسے بھی کہتی رہیں مگر وہ نہیں مانی تھی وہ اسے اس کے حال پر چھوڑ کر سجان اور شاہد کو لے کر پارلر چلی گئی تھیں۔ وہ گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی صرف باہر کی گہما گہمی کو ہی دیکھ رہی تھی۔ سکندر ایک نظر اسے دیکھ کر پارلر کی طرف بڑھ گیا تھا۔ دو تین منٹ بعد واپس لوٹا تو گاڑی میں آ بیٹھا۔

"تم آگے آجاؤ......" اگنیشن میں چابی گھماتے اس نے کہا تو وہ اپنے ہی خیالوں سے چونکی۔

"نہیں...... میں ٹھیک ہوں ادھر ہی......" سکندر کے اس طرح ری ایکٹ کرنے پر وہ ایک دفعہ پھر زود رنج ہونے لگی تھی۔

"میں تمہارا شوفر نہیں ہوں...... آرام سے آگے آؤ......" سکندر نے ایک دم کچھ غصے سے کہا تو وہ دل مسوس کر رہ گئی۔ اگلی سیٹ پر آکر بیٹھتے ہوئے اس کے اندر کی تلملاہٹ عروج پر تھی۔ اپنا سارا غصہ دروازے پر نکالا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے مجھ سے بات کرنے کی...... اتنے دن ہوگئے ہیں طنز پر طنز کیے جاتے ہیں...... حد ہوتی ہے برداشت کی بھی......" وہ کہے بغیر نہ رہ سکی تھی۔

"ٹھیک ہے میں مانتی ہوں میرا قصور ہے معافی بھی تو مانگ رہی ہوں۔ اپنی غلطی، اپنی سوچوں پر شرمندہ بھی تو ہوں مگر......" وہ ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رونے لگی تھی۔ سکندر نے سکون سے گاڑی اسٹارٹ کردی تھی۔ تھوڑی دیر تک گاڑی میں اس کی سسکیاں گونجتی رہیں پھر خاموشی چھا گئی۔

"جذباتی لوگوں کا المیہ پتا ہے کیا ہے ماہم! وہ عقل سے کام نہیں لیتے......" تھوڑی دیر بعد اس نے بھی لب کشائی کی تھی۔

"اور جو عقل سے کام لیتے ہیں وہ صرف اوروں کو

تکلیف پہنچاتے ہیں......" کاٹ دار لہجے میں وہ بھی کہے بغیر نہیں رہ سکی تھی سکندر کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

"اوہ......گڈ......اس کا مطلب ہے عقل ٹھکانے پر آ گئی ہے......" وہ محظوظ ہو رہا تھا۔ ماہم نے اسے گھورا۔ وہ مسکرا دیا۔

"اچھا یہ بتاؤ کیا فیصلہ کیا ہے تم نے......؟" اچانک سنجیدہ ہوتے اس نے پوچھا تھا۔

"میں نے کیا فیصلہ کرنا ہے۔ فیصلہ تو آپ نے کرنا ہے ساری عمر میری کم عقلی کو کوسنے اور طنز پر طنز کرنے کا......"

"اچھا......" سکندر ایک دفعہ پھر ہنس دیا تھا ماہم کو اس کی ہنسی انتہائی زہر لگی۔

"بھئی میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔ بلکہ امی کو بھی آگاہ کر دیا ہے۔" بالکل سنجیدگی سے کہتے ہوئے وہ ماہم کو تشویش میں مبتلا کر رہا تھا۔ سکندر نے ایک طرف گاڑی روکی تھی۔

"کیا فیصلہ......؟"

"عید کے پورے ایک ماہ بعد تمہاری رخصتی کا...... اور یہی تمہاری کم عقلی کی سزا ہے......" وہ مزے سے بتا رہا تھا اور ماہم منہ کھولے دیکھ رہی تھی۔

"آپ......" اس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ نکلے۔

"میں اتنا بھی ظالم نہیں ہوں...... جانتا ہوں تم مجھ سے کس قدر محبت کرتی ہو۔ مگر ماہم ہر جذبے میں میانہ روی ہی اچھی لگتی ہے۔ چاہے وہ محبت ہو یا نفرت ہو۔ یہ شدتیں بعض اوقات ہمارے لئے نقصان دہ ثابت ہو جاتی ہیں...... میرے لئے تم بہت اہم ہو...... بہت خاص...... میری ہستی کا مان اور میرا فخر ہو مگر مجھے تمہاری شدتوں سے خوف آتا ہے۔ اسی لئے مجھے تمہارے ساتھ یہ سارا رویہ اپنانا پڑا تاکہ تم نارمل انسانوں کی طرح محبت کے جذبے کو محسوس کرو......"

ماہم کے چہرے پر تیرتے آنسوؤں کو اپنی انگلیوں کی پوروں سے صاف کرتے وہ بہت محبت و جذبات سے کہہ رہا تھا۔

"ایم سوری...... رئیلی سوری...... میں نے آپ کو ہرٹ کیا......" اس کے ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر وہ اور شدت سے رو پڑی تھی۔

"آپ کے خلوص...... محبت کو غلط نظروں سے دیکھا۔"

"اچھا...... چپ کرو اب......" کندھے سے تھام کر اسے سیدھا کیا۔ ماہم دوپٹے سے اپنا چہرہ صاف کرنے لگی۔

"دنیا میں شاید کوئی کم عقل خاتون ہو گی جو آنسوؤں کی سوغات لئے اپنے شوہر کو چاندرات وش کرتی ہو گی۔" موسم بدلا تھا آنسو اندر کی ساری کثافت بہا کر لے گئے تھے تو سکندر کی بات اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیر گئی تھی۔

"چاندرات یونہی تو وش نہیں کی جاتی۔ پیسے لگتے ہیں...... آپ نے تو ایک دھیلا بھی کبھی مجھ پر خرچ نہیں کیا......" اندر کی کثافتوں کے دھلنے کے بعد نظر آنے والے چہرے اور لہجے کس قدر معطر تھے سکندر نے ایک بھرپور نظر ڈالی تھی۔

"ارے یہ تم زیادتی کر رہی ہو...... ابھی چند دنوں پہلے ہی تو میں نے تمہاری خاطر پورے سو روپے خرچ کئے تھے پھول اور گجرے لے کر دیئے تھے اور تو اور تمہاری میڈیسن بھی میرے پلے سے گئی تھیں۔" سکندر کا انداز دہائی دینے والا تھا۔

"جھوٹ مت بولئے...... وہ پھول اور گجرے میرے لئے کب خریدے تھے وہ تو بے چارہ لڑکا پیچھے

پڑ گیا تھا اور زبردستی آپ کو خریدنے پڑے تھے۔"

"اچھا......" سکندر سر کھجانے لگا تھا پھر اس کی طرف دیکھ کر کھل کر مسکرا دیا۔ "آج جو کہو گی لے کر دوں گا!...... ٹھیک ہے...... پھر تیار ہو......"

"نہیں...... مجھے کچھ نہیں چاہئے۔ میرے پاس سب کچھ ہے۔ بس آپ کے دل میں تھوڑی سی جگہ چاہئے......" اتنی دیر سے دل میں جو بات کھٹک رہی تھی وہ آخرکار ہونٹوں پر آ ہی گئی تھی۔

"صد افسوس۔ دل کا پلاٹ پہلے ہی کسی کے قبضہ میں جا چکا ہے۔" اس کی خواہش پر وہ کہہ رہا تھا ماہم کے ہونٹوں پر رقصاں مسکراہٹ ایک دم بے رنگ سی ہو گئی تھی۔

"کیا...... کون ہے وہ؟......" آنکھوں میں چھریاں اترنے لگی تھیں۔

"ہے ایک پاگل...... کم عقل سی لڑکی......" آنکھ دبا کر مسکرا کر کہتے ہوئے ماہم کا دل خوش کن انداز میں دھڑکا گیا تھا۔ "محترمہ کو ہماری زوجہ محترمہ ہونے کا خصوصی اعزاز حاصل ہے۔" ماہم کی ہنسی بے ساختہ تھی۔ وہ صرف اسے چاہتا ہے۔ اس کے دل پر صرف اس کی حکمرانی ہے یہ خیال ہی کتنا فرحت بخش تھا۔

"اچھا چلو تمہارے لئے عید کا گفٹ ہے وہ قبول کرو۔ باقی باتیں بعد میں ہوں گی۔ وہاں پارلر میں وہ لوگ مجھے کوس رہے ہوں گے۔ میں آدھے گھنٹے کا کہہ کر تمہیں لایا تھا۔" سکندر نے عجلت میں ڈیش بورڈ پر پڑا گفٹ پیک اٹھا کر اسے تھمایا تو وہ دیکھنے لگی۔

"اسے کھولو......" وہ منتظر تھا۔

اس نے جیسے ہی گفٹ کھولا اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹی رہ گئیں۔

"یہ تو وہی لاکٹ سیٹ ہے۔ جو سنہیا نے خریدا تھا۔"

"ہوں...... تمہیں عید کا تحفہ دینا تھا کچھ سمجھ نہ آیا کہ کس طرح تمہیں ساتھ لے کر جاؤں اسی لئے اس دن جویریہ کے ساتھ مل کر مجھے تمہیں تھوڑا سا الو بنانا پڑا تھا۔ کیوں کیسا لگا یہ گفٹ......" وہ مسکرا کر پوچھ رہا تھا۔ ماہم کو گزشتہ تمام واقعات یاد آنے لگے۔ ایک خفگی بھری نظر اس پر ڈالی۔

"تو یہ سب کچھ آپ جان بوجھ کر کرتے رہے...... صرف اور صرف مجھے تکلیف دینے کو جویریہ وغیرہ بھی آپ کے ساتھ ملی ہوئی تھیں۔"

"نہیں...... جویریہ میرے ساتھ ملی ہوئی نہیں تھی صرف میں نے اسے استعمال کیا تھا اور جہاں تک تمہیں تکلیف دینے کی بات ہے تو یہ سراسر الزام ہے میں تو صرف اور صرف تمہاری محبت و حوصلے آزما رہا تھا......" وہ سنجیدہ اب بھی نہیں تھا۔ ماہم نے خفگی سے دیکھنا چاہا تھا مگر سکندر کی آنکھوں کے تیور کچھ اور ہی کہہ رہے تھے۔ اس نے جلدی سے بوکھلا کر چہرے کا رخ بدلا۔

"چلیں بھی...... وہ لوگ انتظار کر رہی ہوں گی......" اسے گاڑی اسٹارٹ کرنے کا کہہ کر وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی تھی۔ سکندر نے بھی مسکرا کر گاڑی اسٹارٹ کر دی تھی۔ ماہم نے سکون سے ڈبے سے گفٹ نکال کر اپنے گلے میں پہننے لگی تھی۔ زندگی ایک دم کتنی خوبصورت ہو گئی تھی۔

یہ چاندرات اپنے ساتھ کتنی انمول خوشیاں لے کر آئی تھی۔

"شکریہ اللہ میاں......"

"شکریہ چاندرات......"

وہ اندر ہی اندر تشکر بجا لائی تھی۔